قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعہ 22 مئی 2020ء | 28 رمضان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 123

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿ۙ۴﴾ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ (المومنون:2تا6)

ترجمہ: یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ (کا حق) ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کا قرض پورا کرو

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیااور اُس نے کہا۔یارسول اللہ! میری ماں مر گئی ہے اور اُس کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا اُس کی طرف سے انہیں پورا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، بَابُ مَنۡ مَاتَ وَعَلَیۡہِ صَوۡمٌ، روایت نمبر 1953)

فرمان خلیفہ وقت

توبہ کی تیسری شرط عزم ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطاکرے گا۔ یہاںتک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہوکر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر‘‘ فرمایا کہ ’’اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا۔ ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا اس کی حقیقت ہے۔ پس خداتعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو‘‘ (یہ جو تینوں شرائط ہیں) ’’کامل کرکے انسان کسل اور سستی کو چھوڑدے اور ہمہ تن مستعد ہوکر خداتعالیٰ سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیل اخلاق کردے گا۔‘‘ فرمایا کہ ’’اصلی بہادر وہ ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یادرکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کروکیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 9جون 2017ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

فدیہ اور تقویٰ کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

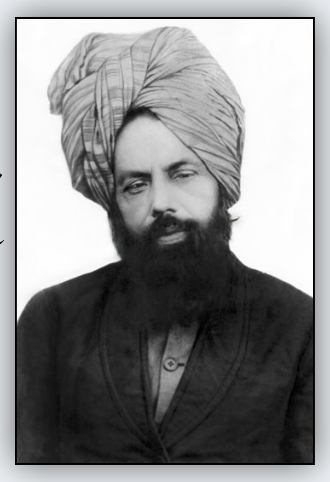

- ’’ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لیے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے۔ تاکہ اس سے روزے کی توفیق حاصل ہو... خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزے کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔... پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں اور اس سے توفیق طلب کرے۔... یہ باتیں کہہ کے انسان اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563)

- ’’چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔...اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغزِ شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں۔ لیکن اگر طالبِ صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔...اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدۃ :28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا...جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (آل عمران :10)پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لئے ایک غیر مُنفک شرط ہے...تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 108)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) جمعۃ الوداع اور ہماری ذمہ داریاں
- خطاب حضورانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
- نمونیہ پلیگ سے سعداللہ لدھیانوی کی ہلاکت
- رمضان۔ روزہ، صدقات اورانفاق فی سبیل اللہ کا مہینہ ہے
- رمضان کی غرض و غایت تقویٰ
- بڑا بد نصیب ہے جس نے رمضان پایا اور تغیر نہ پایا

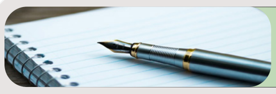

ادار یہ

جمعۃ الوداع اور ہماری ذمہ داریاں

رمضان کے مبارک اور مقدس مہینے کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

دینی اعتبار سے اس دن کا تقدس بھی جمعہ کے دوسرے دنوں کے برابر ہے۔ مگر روایتی طور پر یہ دن ایک یادگار جمعہ بن گیا ہے کہ روزے داروں کے لئے رمضان کے رخصت کا پیغام ہے۔ مساجد ضرورت سے زیادہ آباد ہوتی ہیں۔ نمازوں کے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ سارا سال نہ آنے والے عید پر تو نظر آتے ہی ہیں مگر سارے رمضان مسجدکارخ نہ کرنے والے بھی جمعۃ الوداع پر مسجدمیں آجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آج کی عبادت پہاڑ جیسے میرے بلند گناہوں کے بخشوانے کے لئے کافی ہے۔

یہ بات اسلا می عبادات کے فلسفہ کے منافی ہے۔ سارا رمضان عبادت نہ کرکے صرف جمعۃ الوداع یا لیلۃ القدر کی رات عبادت کر لینا کافی نہیں۔عبادات توایک تسلسل کا نام ہے جس میں استقامت درکار ہے۔

ماں ایک مسلسل تکلیف دہ مرحلے سے گزر کر بچہ کو جنتی ہے تو پھر وہ خوشی مناتی ہے اور خوشی منانا اس کا حق بھی ہے۔ اپنے بچے سے پیار بھی اسی تکلیف دہ دور سے گزرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ورنہ دوسری عورت کے بچے کی دعویدار خاتون تو بچہ کو آدھا آدھا کروانے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتی۔یہی کیفیت رمضان کی ہے۔ جب ایک مومن اپنے اوپر عبادات کا بوجھ ڈالتا ہےتو اس تکلیف سے گزر کر اس کا حق ہے کہ وہ جمعۃ الوداع کو اور عید کی خوشیاں منائے۔

الوداع کا مفہوم خواہ کسی معنی میں لیا جائے اپنے اندر ذمہ داریوں کے اضافے کے مضمون پر روشنی ڈالتا ہے۔ اپنے اندر افسردگی کا مفہوم لئے ہوتا ہے مگر نوید مسرت بھی ہے خواہ کسی بچی کو رخصت کیا جا رہا ہو، خواہ والد بچے کو حصول تعلیم یا حصول روزگار کے لئے بیرون ملک روانہ کر رہا ہو۔رمضان کو الوداع کرنے کے حوالہ سے دیکھا جائے تو یہی مضمون سامنے آتا ہے کہ چند دن رہ گئے ہیں۔ ذمہ داری بڑھ گئی ہے گو مومن افسردہ نظر آتے ہیں کہ نیکیاں کمانے کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں مگر بشارتیں دلاسا دیتی ہیں کہ اگر رمضان کو اپنا احتساب کرتے ہوئے گزارا تو تمہارے تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ تم ایک معصوم نو مولود بچے کی طرح نیا جنم لے کر نئے سال میں داخل ہو رہے ہو۔ تم نے بدی سے نیکی کی طرف ہجرت کرنے کا سفر اختیار کیا ہے۔ تم نے اپنی سمت درست کی ہے اوریہ عیدکیاہےکہ رمضان کے بعدکےدنوں میں اس طرح عبادات بجا لاؤں گا۔ نیکیاں بجا لاؤں گا جیسے رمضان میں کیں اور جب اگلا رمضان آئے گا تو اس کو اس رمضان سے بہت بہتر پاؤں گا۔

یہی وہ مضمون ہے جو جمعۃ الوداع پر لاگو ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جمعۃ الوداع پر حاضر ہو کر رمضان کو الوداع نہیں کہہ رہے ہوتے بلکہ آئندہ نیکیاں بجالانےکااستقبال کررہےہوتے ہیں۔ان بشارتوں کا استقبال کر رہے ہوتے ہیں جو ان عبادات سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔وہ ہر آنے والی نماز کا استقبال کر رہے ہوتےہیں۔ وہ ہر آنے والے جمعہ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ وہ سامنے نظر آنے والی ہر نیکی کو جی آیاں نوں کہہ کر استقبال کر رہے ہوتے ہیں۔ آج جمعۃ الوداع پر گو وہ اپنے گھر خالی کر آئے ہیں اور خدا کے گھروں کو بھرا ہواہے۔ حقیقت میں وہی اپنے گھروں کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں، برکتوں اور فضلوں سے بھر آئے ہیں۔ وہ خالی نہیں۔

اس کے بالمقابل بعض ان معنوں میں آج رمضان کو الوداع کرنے آتے ہیں جیسے بعض دفعہ مہمان گھر میں آکر ٹھہر جاتے ہیں اور جانے کا نام نہیں لیتے۔ ان کے جانےپر اہل خانہ سکھ کا سانس لیتے ہیں۔ ایک بھاری تعداد انہی معنوں میں جمعۃ الوداع کرنے آتی ہے۔ وہ تنگی محسوس کر تے ہیں کہ کب جائے یہ رمضان اور ہم پھر بدیوں کی طرف واپس لوٹیں۔

مگر اصل مفہوم الوداع کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ جس میں خوشیوں کی نوید اور بشارات کے پیغام کے ساتھ ساتھ ایک فکر ہے،ایک پریشانی ہے ایک سوچ و بچار ہے کہ ابھی کچھ بھی نہیں کمایا اور جمعۃ الوداع بھی آگیااور اگر کمایا ہے تو بہت کم۔ زیادہ کما لیتے اور جومعمولی سا ذخیرہ کیا ہے اس ذخیرہ کی حفاظت کی فکر کہ کہیں چور ہی اُچک کر نہ لے جائے۔

اسی روز وہ عہد و پیماں باندھتا ہے کہ میں ان نیکیوں میں تسلسل قائم رکھوں گا اور بجالائی گئی نیکیوں کی حفاظت کے لئے عبادات کے مزید مضبوط بند باندھوں گا۔ پشتے بناؤں گا۔ یہی وہ مضمون ہے جو اس حدیث سے ظاہر ہے۔ جس میں آنحضورﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ کو ”رمضان کی کوہان“ قرار دیا ہے۔ جس طرح اونٹ اپنی کوہان میں پانی کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے اور پھر اسے صحرا میں استعمال میں لاتا ہے۔ اسی طرح یہ روحانی ذخیرہ ایک مومن آنے والے دنوں کے لئے جمع کرتا ہے۔

چندون، قیمتی دن باقی ہیں۔ یہ ہر گز خیال پیدا نہ ہو کہ ہم نے زیادہ دن تو ضائع کر دیئے ۔ کچھ بھی نہیں کمایا۔ ان چند دنوں میں کیا کر سکتے ہیں۔خدا کے کرم کی ایک نگاہ اس کی شفقت کی جھلک اورایک لحہ کے لئے خدا تعالیٰ کی کسی انسان کی طرف توجہ اس کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ ابھی تو جمعہ کے مبارک دن کا آغاز ہوا ہے۔جس کے بارہ میں ارشاد ہے کہ ہر جمعہ کوایک گھڑی ایسی آتی ہے جب انسان کی ہر کی ہوئی دعا قبول کی جاتی ہے۔

ابھی تو ایک طاق رات آنی باقی ہے۔ جن میں ایسی رات کی خوشخبری ہے کہ جن کووہ نصیب ہو جائے اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔یہ 83 سالوں سے بہتر ہے۔

ابھی تو ان کے لئے فطرانہ کی ادائیگی میں پیغام ہے جنہوں نے اس کی ادائیگی نہیں کی۔ آپؐ نے فرمایا۔

آپ کی عبادات زمین و آسمان کے درمیانی معلق کر دی جاتی ہیں اور آسمان کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتی جب تک آپ فطرانہ ادا نہیں کرتے۔

ابھی تو آنحضورﷺ کے اس فرمان کا واسطہ دے کر خدا تعالیٰ کو اپنی طرف راغب کرنے کا وقت باقی ہے کہ اے اللہ! تیرے رسول نے اس عشرہ کو آگ سے نجات دلانے کا عشرہ قرار دیا ہے۔ پس ہمیں آگ سے نجات عطا فرما اور ہم جب رمضان سے نکل رہے ہوں تو ہمارا جسم ایک سفید ڈھلی ہوئی چادر کی طرح ہو جس پر ہماری کوتاہی، غلطی، کمزوری کا کوئی دھبہ داغ نہ ہو۔ لیکن اس کے لئے وہی جتن کرنے ہیں جو دھوبی گندی چادر کو صاف کرنے کے لئے کرتا ہے۔ کبھی زور زور کے ساتھ پتھروں پر پٹکتا ہے۔ کبھی رنگ کاٹ ڈالتا ہے۔

بعینہٖ اپنے جسم کو مشکلات میں سے گزارنا ہوگا اور جس طرح سونا بھٹی سے گزرکر کندن بن جاتا ہے اور لوہا بھٹی سے گزر کر اپنا رنگ چھوڑجاتا ہے۔ بعینہٖ صاف ستھرے ہو کر نئے سال میں داخل ہوناہے ۔

پس اس جمعۃالوداع کو نیکیوں کے لئے جمعۃ الاستقبال بنانے کی ضرورت ہے اور ہر نیکی اور اخلاق حسنہ کو جی آیاں نوں کہہ کر سینے سے لگانے کی ضرورت ہے۔ آنحضورﷺ نے حجۃ الوداع کے روز خطبہ دیتے ہوئے جو وصیت فرمائی تھی۔ اس پیغام کو جمعۃ الوداع کے روز اپنے اوپر لاگو کرنے اور دوسروں کو اس پیغام کی طرف بلانے کی ضرورت ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

”اللہ سے ڈرو۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھو۔ ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“ (ترمذی ابواب الصلاۃ)

آج کے دن کا ایک ایک لحہ آپ کو پکار پکار کر دُہائی دے رہا ہے کہ اے مومن! اُٹھ تجھے ایک ایسا دن ملا ہے جس میں تو اپنے نفس کے عرفان سے نکل کر عرفان الٰہی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اپنے خالق سے ٹوٹے رشتے جوڑ سکتا ہے۔اپنے رب کو راضی کر کے اپنی نجات کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔ نور ایما ن سے اپنے سینے کو آباد کرسکتا ہے۔خدا اور رسول کی محبت مستحکم کر سکتا ہے۔اس پیارے رسول کا واسطہ دے کرگناہوں کی معافی مانگ سکتا ہے ۔ توبہ کر کے نومولود کی طرح معصوم بن سکتا ہے۔کیونکہ آنحضورﷺ فرمایا ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ

(ابو سعید)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:”اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ پس معاف کر دے مجھے“

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی لیلۃ القدر کی دعا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ تم یہ دعا کرنا۔

آج کل رمضان کے بابرکت ایام میں یہ دعا ہمیں کثرت سے پڑھنی چاہئے۔

(قدسیہ محمودسردار)

افتتاحی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ فرمودہ 3۔اگست 2018ء بروز جمعۃ المبارک بمقام حدیقۃ المہدی (آلٹن)

ہمارا تو سارا دارومدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پاسکتا ہے

صرف رونے گڑگڑانے کا نام اضطرار نہیں اور نہ صرف رونا دعا کی قبولیت کی شرط ہے بلکہ پوراتوکّل اور آسرا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا اور اس کے لئے اضطراری کیفیت قبولیت کی شرط ہے

عرش کو ہلانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو، اس کی رحمت کو، اس کی رأفت کو جوش میں لانے کے لئے دعاؤں میں سب سے زیادہ ضروری دعا درود شریف ہے جس کا ورد کرتے رہنا چاہئے

درج ذیل دعاؤں کی تحریک

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

”راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری وابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے“

أَشْھَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْھِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْھِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۳﴾ (النمل:63)

اس آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ یا پھر وہ کون ہے جو بیقرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ

”ہمارا تو سارا دارومدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کو دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 51) یعنی اللہ تعالیٰ بھی انتظار میں ہے کہ مومن دعا کرے۔ پھر آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ”یہ زمانہ اس قسم کا آگیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلائل مفید ہو سکتے ہیں ورنہ دلائل کی پروا ہی نہیں کی جاتی۔“ فرمایا ”اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دعا سے آخری فتح ہو گی۔“ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 322-323)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ”یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہو سکیں گے“ فرمایا کہ ”دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں“۔ فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ سے ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔“ فرمایا ”جب ہماری دعائیں ایک نقطے پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔“ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 27-28)

آپؑ نے کئی مواقع پر افراد جماعت کو بار بار تاکید فرمائی کہ تقویٰ پر قائم ہو۔ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ دعاؤں کی طرف توجہ کرو۔ پس یہ وہ بنیادی چیز ہے جسے ہمیں ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔ دعاؤں کے معیار بلند کرنے اور دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

پس کسی احمدی کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ ان دنیاداروں کی طرف سے دی جانے والی تکالیف کا ہمیں دنیاوی طریق سے جواب دینا چاہئے۔ اگر ہم کبھی بھی یہ طریق اختیار کریں گے تو اس تعلیم کے خلاف چل رہے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہے اور نہ صرف اس تعلیم کے خلاف چل رہے ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی محروم ہو رہے ہوں گے اور کبھی وہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے جن کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور پھر اس کے علاوہ ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو جائیں گے جو فساد پیدا کرنے والا ہے، دنیا کا امن و سکون برباد کرنے والا ہے کیونکہ بدلہ لینے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

ہاں جیسا کہ حدیث میں دنیاوی تدبیر کے بارے میں آتا ہے کہ اونٹ کے پاؤں باندھنے کا بھی حکم ہے۔ (الجامع لشعب الایمان جزء ثانی حدیث 1161)۔ اس لئے ہم قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے دنیاوی وسائل بھی استعمال کرتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منشاء کے مطابق ہے لیکن سب بھروسہ اور سب توکّل ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے اور اس کے لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو خود بخود پتہ چل جائے گا کہ کیا ہماری دعائیں اس نقطے پر یا اس کے قریب پہنچ رہی ہیں جو انقلاب لانے کا ذریعہ بنتی ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضطر کی دعا قبول کرتا ہوں اور ہم اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں جو پڑھا گیا کہ بیقرار کی دعا قبول کرتا ہوں۔

بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بڑی بیقراری سے دعا کرتے ہیں لیکن وہ نتیجے نہیں نکل رہے جو نکلنے چاہئیں تو کیا ایسے لوگوں کی بات کو ہم سچ قرار دیں۔ یقیناً لوگوں کی باتیں غلط ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام سچا ہے۔ پس اس بات کی تلاش کرنی ہو گی کہ کس طرح مُضطر بننے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہمیں دیکھنا ہو گا کہ مضطر کے معنی کیا ہیں۔

مُضطر وہ ہے جو اپنے چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات دیکھتا ہے اور کوئی دنیاوی اور مادی راستہ اسے ان مشکلات سے نکلنے کا نظر نہیں آتا اور ایسے میں صرف اسے ایک راستہ دکھائی دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ اسے یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے سے ہی مجھے پناہ ملے گی اور کوئی ذریعہ پناہ کا باقی نہیں رہا۔ گویا مُضطر وہ ہے جس کے سب سامان کٹ جائیں، سب وسیلے ختم ہو جائیں اور کوئی وسیلہ نہ رہے۔ اس یقین سے اور اس بیقراری سے انسان دعائیں کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنی بات پوری فرماتا ہے کہ وہ تکالیف اور مشکلات دور کر دیتا ہے۔ اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ چمٹا رہے۔ اس کیفیت اور حالت میں جب کہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے، یہ خیال نہ آئے کہ دنیاوی طریقے ہمیں بچا سکتے ہیں یا جیسا مخالف ہم سے کرتا ہے ہم بھی دنیاوی طریقے استعمال کر کے ویسا ہی کریں۔ نہیں۔ بلکہ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ کو ہی ملجا اور ماوی سمجھیں۔ اس حالت کی دعا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب ما یقول اذا نام حدیث 6313)

اس دعا کا تشریحی ترجمہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح کیا ہے۔ بڑا خوبصورت ترجمہ ہے کہ ”اے خدا ... تیرے عذاب اور تیری طرف سے آنے والے ابتلاؤں سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں، ... سوائے اس کے کہ میں سب طرف سے مایوس ہو کر اور آنکھیں بند کر کے تیری طرف آ جاؤں ۔تو لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ والی جو حالت ہے یہی اضطرار کی کیفیت ہے۔“

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 71 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10۔اپریل 1942ء)

جب خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ کہا ہے کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ۔ تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایسے شخص کی دعا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ملجا اور ماویٰ نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

کو اپنا ملجا قرار نہیں دیتا اس کو کسی اور ذریعہ سے نجات نہیں مل سکتی تو پھر وہ دعا ضرور سنی جاتی ہے۔

پس صرف رونے گڑگڑانے کا نام اضطرار نہیں اور نہ صرف رونا دعا کی قبولیت کی شرط ہے بلکہ پورا توکّل اور آسرا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا اور اس کے لئے اضطراری کیفیت قبولیت کی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رأفت اور رحمت کو جوش میں لانا ضروری ہے۔ حدیث میں جو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ حدیث 7405)

تو اس کے لئے وہ کیفیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور مستقل دعاؤں کی ضرورت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و رأفت کو جوش میں لایا جائے اور وہ ہماری طرف دوڑ کر آئے۔ اگر ہماری یہ حالت ہو جائے گی تو نہ سیاستدان ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ نام نہاد علماء، نہ سرکاری افسران جو ہم پر پاکستان میں خاص طور پر اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی بعض جگہ مشکلات کھڑی کرتے ہیں یا تنگ کرتے ہیں یا ہم پر زمین تنگ کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کی قبولیت کے مضمون کو بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"وہ وہی قادر خدا ہے جو بے قراروں کی دعا سنتا ہے اور امیدواروں کو ناامید نہیں کرتا اور جو شخص اس کی پناہ چاہتا ہے اس کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی کو حمد اور جلال اور عظمت ہے۔ اور اس کے نشانوں پر نظر ڈال کر حیرت دامنگیر ہوتی ہے اور آنکھیں چشم پُرآب ہو جاتی ہیں۔"

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 142)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ خدا بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آجاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالت اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔"

(الحکم جلد 12 نمبر 16 مورخہ 29 فروری 1908ء)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اُس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دور پڑے ہوئے ہیں۔"(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 239)

پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قبولیت دعا کے بارے میں ارشاد کی حقیقت اور یہ ہے دعاؤں کی قبولیت کے لئے اپنی حالت کو بنانے کا طریق جسے ہمیں مستقلاً اختیار کرنے اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔

الٰہی جماعتوں پر امتحان، مشکلات اور مصائب کے دَور آتے ہیں لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دعاؤں سے اس کیفیت سے مومنوں کو نکالتا ہے اور نہ صرف نکالتا ہے اور تکالیف دور کرتا ہے بلکہ زمین کا وارث بھی بناتا ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے قرب کے تلاش کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایمان و ایقان میں ترقی کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو مضطر بنانے کی ضرورت ہے اور جتنی جلدی من حیث الجماعت ہم اپنی یہ حالت بنائیں گے اتنی جلد ہی دشمن کو ختم ہوتے اور ہوا میں اڑتے دیکھیں گے۔

بعض دن اور ماحول بعض چیزوں کے لئے سازگار ہوتے ہیں۔ آج کل جلسہ کے یہ دن بھی ہمیں اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں اور عملی طور پر بھی ہمیں اپنی حالتوں میں یہ کیفیت پیدا کرنے والے ہونے چاہئیں کہ ان دنوں میں خاص طور پر ہر بڑا چھوٹا مرد عورت دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ اپنا وقت فضول باتوں میں ضائع کرنے کی بجائے دعاؤں میں وقت گزاریں۔ نمازوں اور نوافل کے علاوہ چلتے پھرتے ذکر الٰہی کی طرف توجہ دیں۔ قرآنی دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ مسنون دعاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ورد کرتے رہیں۔ ایک اضطراب اور اضطرار کی کیفیت اپنے اندر پیدا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جلد سے جلد اور پہلے سے بڑھ کر اترتا دیکھیں۔ دشمن کو تو اپنی طاقت اور اپنی اکثریت اور اپنی حکومت پر گھمنڈ ہے لیکن ہم ان حالات میں خالص ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا ملجا و ماویٰ بنائیں۔

اس وقت میں بعض دعائیں آپ کے سامنے رکھوں گا جن کو یہ یاد ہیں وہ علاوہ اور دعاؤں کے ان کو بھی سامنے رکھیں۔ اسی طرح باقی افراد بھی، عورتیں بھی، مرد بھی، زیادہ وقت جو بھی دعائیں یاد ہیں انہیں دل میں پڑھتے رہیں۔ ذکر الٰہی کرتے رہیں اور درود شریف بھی ان دنوں میں بہت پڑھیں۔ جماعت کے خلاف جو دشمنی ہے وہ تو ہے ہی، آج کل پھر اس کے علاوہ بھی اس سے بھی بڑے صدمے کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں اور استہزاء کیا جا رہا ہے اور ایسی حرکتیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مخالفین کے شر ان پر الٹائے۔ اس کے لئے درود شریف بھی بہت زیادہ پڑھیں۔ تو بہرحال جیسا کہ میں نے کہا اس وقت میں بعض دعائیں ان کی مختصر وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھوں گا تا کہ ان دعاؤں کا کچھ ادراک بھی ہو اور صرف منہ ہی سے نہ پڑھ رہے ہوں بلکہ ان کو پڑھتے ہوئے اضطرار اور اضطراب بھی پیدا ہو۔ یہ پیدا کرنے کے لئے ان دعاؤں کے مطالب اور معانی بھی سامنے ہونے چاہئیں۔

دعاؤں کی قبولیت کے لئے جو سب سے ضروری چیز ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا بھیجا جانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعا تم مجھ پر درود بھیجے بغیر کرتے ہو وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہو جاتی ہے، وہیں رک جاتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جزء 6 سورہ الاحزاب زیر آیت 56)

پس عرش کو ہلانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو، اس کی رحمت کو، اس کی رأفت کو جوش میں لانے کے لئے دعاؤں میں سب سے زیادہ ضروری دعا درود شریف ہے جس کا ورد کرتے رہنا چاہئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم تو خود اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب:57) یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ "درود شریف کے فضائل اور تاثیرات اس قدر ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس کا عامل نہ صرف ثوابِ عظیم کا مستحق ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی معزز اور موقّر ہوتا ہے۔"(سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم روایت نمبر 1083)

پھر آپ نے درود شریف کی اہمیت اور اس کے پڑھنے کے طریق اور اس کی برکات اور اس کی روح کے بارے میں اپنے ایک خط میں جو میر عباس علی شاہ صاحب کو لکھا تھا یہ نصیحت فرمائی کہ

"آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسا کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں اور اُس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہئے کہ حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچی دوستی اور محبت ہو اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اُس شخص کے وجود کی ایک جز ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرت احدیّت کے بے انتہا ہیں (سب سے زیادہ جو اللہ تعالیٰ کے فیضان ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں) اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتاہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ کبھی ملول ہو اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو اور محض اسی غرض کے لئے پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔(دنیاوی فوائد اٹھانے کے لئے درود شریف نہیں پڑھنا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و برکات بھیجنے کے لئے درود شریف پڑھنا ہے۔) دوسرے اَوراد بھی بدستور محفوظ رکھیں۔" (یعنی کہ دوسری دعائیں بھی پڑھتے رہیں۔)

(مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 534-535 مکتوب نمبر 18 بنام میر عباس علی شاہ سن شائع شدہ 2008ء)

کون سا درود شریف پڑھنا چاہئے؟ اور کیسی کیفیت اس کے لئے پیدا ہونی چاہئے؟ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرماتے ہیں۔

"درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔"

فرماتے ہیں "غرض سب اقسام درود شریف سے یہی درود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا ورد ہے اور کسی تعداد کی پابندی ضرور نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقّت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔"

(مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 526 مکتوب نمبر 13 بنام میر عباس علی شاہ)

پس دلی جوش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں کو یاد کر کے درود شریف پڑھا جائے تبھی رقت اور بے خودی پیدا ہو گی اور تبھی مضطر والی حالت پیدا ہو گی۔

درود شریف میں جو ایک دفعہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ اور دوسری دفعہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کی حکمت اور گہرائی کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر بڑی خوبصورت وضاحت فرمائی اور اگر یہ معنی سمجھ آ جائیں تو یہ سامنے رکھتے ہوئے مزید گہرائی سے درود شریف پڑھنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔

آپ نے ایک خطبہ میں بیان فرمایا تھا کہ "درود شریف سب مسلمان پڑھتے ہیں مگر اس کا اصل

مفہوم اکثر نہیں سمجھتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ان کے درود پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فائدہ پہنچتا ہے اور ان کے اپنے ایمان کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔(یعنی پڑھنے والے کے ایمان کو کیا فائدہ پہنچتا ہے یا ہو سکتا ہے) ایک بچہ روپے، ہیرے، جواہر کی قدر نہیں کرے گا مگر روٹی کے ٹکڑے کو منہ میں ڈال لے گا۔“ آپ فرماتے ہیں کہ ”اس وقت میں درود کے ظاہری الفاظ کو لے کر ان کی خوبی سناتا ہوں۔ درود میں صَلِّ پہلے رکھا ہے اور بَارِكْ بعد میں۔ مسلمانوں کو شاذ ہی خیال آیا ہو گا کہ صَلِّ پہلے کیوں اور بَارِكْ بعد میں کیوں ہے اور اس ترتیب میں خوبی کیا ہے؟ جو شخص غور کرے گا اور علم سے اس پر نگاہ ڈالے گا اس پر اس کی حقیقت ظاہر ہو جاوے گی۔ عربی میں صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں۔اَللّٰهُمَّ صَلِّ کے معنی ہوئے اے اللہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کر۔ اب دعا دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ شخص دعا کرتا ہے جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ وہ دوسرے سے التجا کرتا ہے۔ جیسے ماں باپ یا دوست سے مدد طلب کرنا۔ اور دوسرے اس شخص کی دعا ہوتی ہے جس کا اپنا اختیار ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ وہ خود عطا کردیتا ہے۔“ آپ فرماتے ہیں کہ ”خداتعالیٰ بادشاہ ہے...“ یہاں جو فرمایا کہ اے اللہ تُو دعا کر تو ”...خداتعالیٰ بادشاہ ہے۔ کبھی مانتا ہے کبھی نہیں۔ خدا تعالیٰ کی دعا کے معنی ہیں کہ وہ ہوا، پانی، زمین، پہاڑ غرضیکہ سب مخلوق کو کہتا ہے کہ میرے بندے کی تائید کرو۔ پس اَللّٰهُمَّ صَلِّ کے یہ معنی ہوئے کہ اے اللہ تُو ہر ایک نیکی اور بھلائی اپنے رسول کے لئے چاہ۔ ایک ہی دفعہ کا پڑھا ہوا درود اگر قبول ہو جاوے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ورنہ انسان جو دعا خود تجویز کرے گا“ وہ کامل دعا نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں نقص ہو گا۔ وہ ناقص ہو گی۔ ”بندہ اپنی عقل سے جو چاہے گا وہ ضرور ناقص ہوگا۔ اس لئے بندہ خدا تعالیٰ سے کہتاہے کہ تُو چاہ۔ کیونکہ تیرا علم کامل ہے۔

بَارِكْ بَرَكَ سے نکلا ہے اس کے معنی اکٹھا ہونا، جمع ہونا ہیں۔ اس لئے بِرکۃ تالاب کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہوتا ہے۔اَللّٰهُمَّ بَارِكْ کے معنی ہوئے اے اللہ تُو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی رحمتیں، فضل اور انعامات جو تو نے ان پر کئے ہیں ان کو اتنا بڑھا کہ سارے جہاں کی رحمتیں اور برکتیں ان پر اکٹھی ہو جاویں۔ (پس) صَلِّ بطور بیج کے ہے اور بَارِكْ اس سے بڑھ کر ترقی ہے۔“ (خطبات محمود جلد 7 صفحہ 78-77خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 22 جولائی 1921ء)یعنی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا جو نیکی اور بھلائی اور ترقی کا بیج ہے اس پر اب ایسے پھل لگتے چلے جائیں کہ یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔

اس طرح بھی اس کو سمجھا جا سکتا ہے اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کی دعاکا یہ معنی بھی ہے کہ اے اللہ! تُو اس دنیا میں محمدؐ کا ذکر بلند کر کے اور ان کے پیغام کو کامیابی اور غلبہ عطا فرما کر اور ان کی شریعت کے لئے بقا اور ہمیشگی مقرر کر کے عظمت عطا فرما۔ جبکہ آخرت میں ان کی اُمّت کے حق میں شفاعت کو قبول فرما کر اور ان کے اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھا کر دینے کے ذریعہ سے انہیں عظمت سے ہمکنار فرما۔ اسی طرح اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تو نے جو بھی عزت و عظمت اور عظیم شان اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدر فرمائی ہوئی ہے اس کو ان کے لئے قائم فرما اور اسے ہمیشگی اور دوام بخش۔

یہ ترتیب ہے جو نہایت اعلیٰ ہے اور بالکل کامل ہے۔ پس اس حقیقت کو سمجھ کر جب ہم درود پڑھیں گے تو ان دعاؤں اور برکات سے ہمیں بھی حصہ ملتا رہے گا اور جب اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ درود پہنچائے گا تو آپ کی دعائیں بھی ہمیں پہنچیں گی۔ آج دشمن آپ کے خلاف دریدہ دہنی کر رہا ہے تو یہی اس کا حقیقی جواب ہے کہ زیادہ سے زیادہ درود پڑھا جائے۔

اب میں بعض اور دعائیں بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بعض دعائیں اکثر لوگوں کو یاد ہوں گی اس لئے آسانی سے ان کا ورد بھی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جب دعا سکھائی ہے تو اس لئے کہ جب مومن کے دل سے یہ دعا نکلے تو انہیں قبول بھی فرمائے۔ قرآنی دعا یہ ہے کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران :9) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت وَہّاب کا ذکر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو انسان کی حالت اور عمل کے مطابق دیتا ہے اور جو بے انتہا دینے والا ہے اور اعلیٰ رنگ میں دینے والاہے۔ یہ بڑی ضروری اور اہم دعا سکھائی گئی ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل عطا ہوتے ہیں لیکن وہی انسان کی اپنی کمزوریوں اور بدقسمتی سے اس کے لئے ٹھوکر اور بگاڑ کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا غلط استعمال کرنے لگ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کو غلط معنی پہناتے ہیں اور نتیجۃً اپنی تباہی کے سامان کر لیتے ہیں۔ جس طرح بعض پہلے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہوشیار کیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے بچنے کی کوشش بھی کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی غلطیاں کرنے سے بچائے۔

اس دعا میں ایک لحاظ سے یہ پیشگوئی بھی ہے کہ مسلمانوں کا ایسی باتوں کی طرف رجحان اور میلان ہو جائے گا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور مسائل کو لے کر وہ اس انتہا پر چلے جائیں گے کہ اصل اور واضح تعلیم کو بھلا دیں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستقل اس دعا کو پڑھا کرتے تھے (سنن الترمذی کتاب الدعوات باب یا مقلب القلوب حدیث 3522) اور آپ کے اس دعا کے پڑھنے کا مطلب ہی یہ تھا کہ آپ صحابہ سے بھی یہ امید رکھتے تھے کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں۔ یقیناً اس سے بڑھ کر کوئی بدقسمتی نہیں کہ کوئی شخص ہدایت پائے اور پھر اپنے صحیح راستے سے بھٹک جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا حاصل کرنے والا بن کر اس کی ناراضگی کا مورد بن جائے۔ بدقسمتی سے آجکل ہم مسلمانوں میں اکثریت میں یہ حالت دیکھتے ہیں کہ چھوٹے اور فروعی مسائل اور باتوں نے انہیں واضح اور حقیقی تعلیم سے دور کر دیا اور اس پر آجکل کے نام نہاد علماء مزید کام کر رہے ہیں کہ فرقہ بندیوں بلکہ فرقہ در فرقہ بندیوں نے دلوں کو پھاڑ دیا ہے جس کا نتیجہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا ہے۔ بے رحمانہ طور پر معصوموں اور بچوں کو قتل کیاجا رہا ہے۔ ان کا خون کیا جا رہا ہے۔ وہ تمام افضال اور نعمتیں جو مسلمانوں کا خاصہ تھیں ان سے محروم ہیں اور انہی باتوں نے ان لوگوں کواللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو ماننے سے بھی محروم رکھا ہوا ہے۔

پس احمدیوں کو خاص طورپر یہ دعا کرنی چاہئے کہ حالات کی مشکل کی وجہ سے کہیں کسی کا دل ٹیڑھا نہ ہو جائے اور ٹیڑھا ہو کر پھر ان برکات سے محروم نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر کی ہوئی ہیں۔

اس دعا اور آیت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید صاحبؓ کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”کابل کے علماء امیر کے حکم سے مولوی صاحب کے ساتھ بحث کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تمہارے دو خدا ہیں کیونکہ تم امیر سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے مگر میرا ایک خدا ہے اس لئے میں امیر سے نہیں ڈرتا۔ اور جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے (صاحبزادہ صاحب نے) فرمایا کہ اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کرلو گے۔ ان کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے منہ سے نکلی ہے؟ تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ کیا بات ہے۔ تب نماز عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کر لیا اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے (صاحبزادہ صاحب نے) نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو۔ جس ایمان اور عقیدے پر میں ہوں چاہئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔ اور گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں۔ بحث کے وقت علماء نے پوچھا کہ تو اس قادیانی شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کے امور میں بہت غور کی ہے۔ اس کی مانند زمین پر کوئی موجود نہیں اور بیشک اور بلا شبہ وہ مسیح موعود ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کر رہا ہے۔ تب مُلّانوں نے شور کر کے کہا کہ وہ کافر اور تُو بھی کافر ہے اور ان کو امیر کی طرف سے بحالت نہ توبہ کرنے کے سنگسار کرنے کے لئے دھمکی دی گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب میں مروں گا تب یہ آیت پڑھی۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران :9)“ پھر آپ نے اسی کا ترجمہ فرمایا کہ ”یعنی اے ہمارے خدا ہمارے دل کو لغزش سے بچا اور بعد اس کے جو تُو نے ہدایت دی ہمیں پھسلنے سے محفوظ رکھ اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عنایت کر کیونکہ ہر ایک رحمت کوتُو ہی بخشتا ہے۔“ (علامات المقربین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 126-127)

پس ایمان کی مضبوطی اور حالات کا مقابلہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بننے کے لئے یہ دعا بہت ضروری ہے۔ یہ تو ایمان پر قائم رہنے کا ایک انتہائی اعلیٰ معیار تھا جو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے دکھایا لیکن بعض دفعہ چھوٹے معاملات بھی ایسے آ جاتے ہیں جب انسان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے اس لئے ایسے حالات سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ دعا بہت ضروری ہے۔گناہوں سے بخشش، ثابت قدم رہنے اور کافر قوم کے خلاف مدد اور نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے۔

پھر ایک دعا ہے کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔(آل عمران:148)اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

اس دعا کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔

”سورۃ آل عمران میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلائی ہے اور وہ یہ ہے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا۔ یعنی اے ہمارے خدا ہمارے گناہ بخش اور جو اپنے کاموں میں ہم حد سے گزر جاتے ہیں وہ بھی معاف فرما۔ پس ظاہر ہے کہ اگر خدا گناہ بخشنے والا نہ ہوتا تو ایسی دعا ہرگز نہ سکھلاتا۔“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 25)

انسان کمزوریوں کا پُتلا ہے۔ بہت سے معاملات میں کمزوریاں بلکہ گناہ سرزد ہو جاتے ہیں اور اس زمانے میں جب دنیا کی چمک انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور قدم قدم پر شیطان مورچے لگا کر بیٹھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد سے ہی انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ ذاتی برائیاں بعض دفعہ جماعتی برائیاں بن کر ترقی میں روک بن جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنی حدود کے تجاوز کرنے کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم رہنے سے بچنے کی یہ دعا سکھائی ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ

دعا سکھلانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اپنی زیادتیوں اور گناہوں کا احساس ہونے پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انسان بغیر احساس کے گناہ کرتا چلا جائے۔ پھر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مومنین کو ایک دوسرے کے لئے دعاؤں سے مدد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یعنی انفرادی غلطیاں اور کمزوریاں جماعتی غلطیاں اور کمزوریاں بن کر ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم نہ کر دیں اور کافر اور مخالفین ہم پر زیادتیوں میں بڑھتے نہ چلے جائیں۔بلکہ ہم من حیث الجماعت تجھ سے مانگتے ہیں کہ ہماری ذاتی کمزوریوں اور گناہوں کو بھی بخش دے اور جماعتی کمزوریوں اور زیادتیوں کو بھی معاف فرما اور دشمن کے خلاف ہماری مدد فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا سکھائی جو استغفار کرنے، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے اور رحم مانگنے کے لئے ہے اور وہ دعا ہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:24) کہ اے ہمارے ربّ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ

''بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ہی ظلم ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے۔ بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔'' آپ فرماتے ہیں ''آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔(الاعراف:24)'' آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔''

(البدر جلد 1 نمبر 9 مورخہ 26 دسمبر 1902ء صفحہ 66)

آج کل جس قدر شیطان کے حملے ہیں اس کی انتہا کوئی نہیں نظر آتی۔ ہر طرف سے دائیں بائیں آگے پیچھے سے شیطان حملے کر رہا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کا ہر عضو شیطان کے حملوں کی زد پر ہے۔ پس ایسے حالات میں استغفار کی بہت ضرورت ہے اور ہمارے سپرد جو کام ہوا ہے اس کے لئے تو قدم قدم پر اور لحہ لحہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ دنیا کی رہنمائی، دجال کے حملوں سے بچنے اور اس پر غالب آنے کے لئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ہی کام آسکتی ہے جس کے لئے ہمیں اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے بخشش اور رحم طلب کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''دعا ایسی شے ہے کہ جب آدم کا شیطان سے جنگ ہوا تو اُس وقت سوائے دعا کے اور کوئی حربہ کام نہ آیا۔ آخر شیطان پر آدمؑ نے فتح بذریعہ دعا کے پائی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔(الاعراف:24)اور آخر میں بھی دجّال کے مارنے کے واسطے دعا ہی رکھی ہے۔ گویا اوّل بھی دعا اور آخر بھی دعا ہی دعا ہے۔ حالت موجودہ بھی یہی چاہتی ہے۔ تمام اسلامی طاقتیں کمزور ہیں اور ان موجودہ اسلحہ سے وہ کیا کام کر سکتی ہیں۔ اب اس کفر وغیرہ پر غالب آنے کے واسطے اسلحہ کی ضرورت بھی نہیں، آسمانی حربہ کی ضرورت ہے۔''

(البدر جلد 2 نمبر 10 مورخہ 27 مارچ 1903ء صفحہ 77)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دعا کے پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے کہ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ(البقرۃ:202)اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں ہے اور اس کا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور دین دونوں سنور جاتے ہیں اور اُسے اس جہان میں اور آنے والے جہان دونوں میں آرام اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: 202) اے ہمارے ربّ ہمیں اس دنیا میں بھی آرام اور آسائش کے سامان عطا فرما اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' آپ فرماتے ہیں: ''دیکھو دراصل رَبَّنَا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ رَبَّنَا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربّوں کو جو اُس نے پہلے بنائے ہوئے تھے اُن سے بیزار ہو کر اس ربّ کی طرف آیا ہے اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔''

پس جب رَبَّنَا کہتے ہیں تو دل سے نکلنا چاہئے یہ سوچنا بھی چاہئے کہ سب ربّ چھوڑ دیئے۔ ایک ہی ربّ کے پاس میں آیا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: ''ربّ کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے ربّ ہوتے ہیں۔اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اس کے ربّ ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اس کا ربّ ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سب کو ترک کر کے ان سے بیزار ہو کراس واحد لاشریک سچے اور حقیقی ربّ کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور رَبَّنَا کی پُردرد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانہ پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی ربّ کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جان گدازی سے اس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ رَبَّنَا یعنی اصلی اور حقیقی ربّ تو تُو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے۔ اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں۔ تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔''

پھر آپ فرماتے ہیں ''ایسے لوگ جن کو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہو تا ہے ان کو خدا سے استعانت اور دعا کرنے کی کیا حاجت ہے؟'' فرماتے ہیں ''دعا کی حاجت تو اسی کو ہو تی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اس در کے نہ ہو۔ اسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ غرض رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً۔ ایسی دعا کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو خداہی کو اپنا ربّ جان چکے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ اُن کے ربّ کے سامنے اَور سارے ارباب باطلہ ہیچ ہیں'' فرمایا ''آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہو گی بلکہ دنیا میں بھی جو شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہے۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں مو جود ہے۔ طرح طرح کے عذاب، خوف، حزن، فقرو فاقے، امراض، ناکامیاں، ذلّت و ادبار کے اندیشے، ہزاروں قسم کے دکھ اولاد بیوی وغیر ہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں الجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنے والے ہیں اور انسان کے لئے بمنزلہ آگ ہیں بچائے رکھ۔''(ملفوظات جلد 5 صفحہ 187 تا 190)

ان قرآنی دعاؤں کے علاوہ دو اور دعاؤں کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ عموماً لوگوں کو یاد بھی ہیں۔ ان میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعا ہے اور دوسری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا دشمن کے شر سے بچنے کے لئے اور کامیابیوں کے لئے۔

جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی وہ یہ ہے۔اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔حدیث میں آتا ہے ابوبردہ بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے۔اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں میں ڈالتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما حدیث 1537)

آجکل خاص طور پر بعض ملکوں میں، جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا، جماعت کو خطرات کا پہلے سے زیادہ سامنا ہے۔ حکومت بھی اور عدلیہ بھی اور نام نہاد علماء بھی ہمارے خلاف ہیں اور ہر ذریعہ نقصان پہنچانے کا اپنے اختیارات کے تحت استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ پس ایسے حالات میں ہمارے لئے کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے کہ پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے آگے جھکیں اور دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے، اس کے ختم ہونے کے لئے دعائیں کریں۔ نوافل میں بھی اور چلتے پھرتے بھی دعائیں کریں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے،کوئی طاقت نہیں ہے لیکن یہ دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے یقیناً یہ دشمن کے شر ان پر الٹا کر ان کو ختم کرنے کی طاقت رکھتی ہے بشرطیکہ سچے دل کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھتے ہوئے ہم یہ دعا کریں۔ یقیناً ہماری دعائیں پھر دنیا کے لئے عبرت کا موجب بن جائیں گی۔دنیا عبرت حاصل کرنے والی ہو گی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی ایک دعا ہے جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا کہ مجھے یہ دعا القاء ہوئی ہے یعنی رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ ۔

آپ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ ایسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سربستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُرزور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں۔(اس سے نہیں بچ جا سکتا) خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اس نے (یعنی بیل نے) اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ میں نے اُس وقت غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر میں نے پھر کر نہ دیکھا۔ (مڑ کر نہ دیکھا) اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دعا القاء کی گئی۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ ۔ (یعنی اے میرے ربّ پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما) اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے نجات ہو گی۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''ایک آدمی میرے پاس دوا لینے آیا کرتا ہے۔ میں نے اسے یہ خواب سنائی تو اس نے کہا کہ مجھے بھی لکھ دو۔ میں نے لکھ دیا اور اس نے یاد کر لیا۔'' اخبار میں لکھنے والے نے لکھا ہے، رپورٹ دینے والے

نے اس موقع کی بات لکھی ہے کہ ’’مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس تشریف لے گئے اور کوئی ایک گھنٹے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ آج جو خواب میں الہام سے کلمات بتلائے گئے ہیں میں نے ارادہ کیا ہے کہ اُن کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 264-265)

اور جماعت کو بھی کہا کہ آپ پڑھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’یہ دعا ایک حرز اور تعویذ ہے…‘‘ پھر’’میں اس دعا کو اب التزاماً ہر نماز میں پڑھا کروں گا۔ آپ بھی پڑھا کریں۔

فرمایا کہ ’’اس میں بڑی بات جو سچی توحید سکھاتی (ہے) یعنی اللہ جلّ شانہٗ کو ہی ضارّ اور نافع یقین دلاتی ہے، یہ ہے کہ اس میں سکھایا گیا ہے کہ ہر شے تیری خادم ہے یعنی کوئی موذی اور مضر شے تیرے ارادے اور اِذن کے بغیر کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتی۔‘‘

(الحکم جلد 6 نمبر 44 مورخہ 10 دسمبر 1902ء صفحہ 10)

دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’یاد رکھو رحمانیت کا خاصہ یہی ہے کہ وہ رحیمیت سے فیض اٹھانے کے قابل بنادے اس لئے خداتعالیٰ نے جو اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ فرمایا یہ نری لفاظی نہیں ہے بلکہ انسانی شرف اسی کا متقاضی ہے۔ مانگنا انسانی خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا جو نہیں مانتا وہ ظالم ہے۔ دعا ایک ایسی سرور بخش کیفیت ہے کہ مجھے افسوس ہوتاہے کہ میں کن الفاظ میں اس لذت اور سرور کو دنیا کو سمجھاؤں۔ یہ تو محسوس کرنے ہی سے پتہ لگے گا۔ مختصر یہ کہ دعا کے لوازمات سے اول ضروری یہ ہے کہ اعمال صالح اور اعتقاد پیدا کریں کیونکہ جو شخص اپنے اعتقادات کو درست نہیں کرتا اور اعمال صالحہ سے کام نہیں لیتا او ردعا کرتا ہے وہ گویا خداتعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔‘‘ فرمایا کہ ’’بات یہ ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا میں یہ مقصود ہے کہ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم ؔکر اور پھر یہ کہہ کر کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ اور بھی صراحت کردی کہ ہم اس صراط کی ہدایت چاہتے ہیں جو منعم علیہ گروہ کی راہ ہے اور مغضوب گروہ کی راہ سے بچا جن پر بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آگیا اور اَلضَّآلِّیۡنَ کہہ کر یہ دعا تعلیم کی کہ اس سے بھی محفوظ رکھ کہ تیری حمایت کے بدوں بھٹکتے پھریں۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 33 مورخہ 10 ستمبر 1901ء صفحہ 1-2)

آپ فرماتے ہیں:’’بہت سے لوگ دعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ سویادرکھنا چاہئے کہ دعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گئے اور جو کچھ آیا منہ سے کہہ دیا۔ اس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ دعا نِری ایک منتر کی طرح ہو تی ہے۔(کہ منتر پڑھ لیا کوئی دل سے نہ نکلی آواز)نہ اس میں دل شریک ہو تا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے۔

یادرکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہو تی ہے اسی طرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری وابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 406)

اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کو ان کا حق ادا کرتے ہوئے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان تین دنوں میں خاص طور پر جیسا کہ میں نے کہا اور پھر ہمیشہ دعاؤں کی طرف خاص توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے۔ ہمیں دین پر قائم رکھے۔ ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرے اور جماعت کی ترقیات کے نظارے ہمیں پہلے سے بڑھ کر دکھاتا چلا جائے۔ دشمن کے ہر منصوبے کو خاک میں ملا دے۔ اب دعا کر لیں۔ (دعا)

… … … … … … … …

ایک بات میں اور کہنا چاہتا ہوں۔ دوپہر کو جمعہ کے خطبہ میں میں نے کہا تھا کہ یہاں آجکل زمینوں پہ خشک گھاس کی وجہ سے آگ کی کسی قسم کی چیز استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ اور جو سگریٹ پینے والے جو ہیں وہ بھی خاص طور پر احتیاط کریں اور حدیقۃ المہدی کے حدود میں نہ پیئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باہر جا کے پیئیں۔ اب اردگرد ہمسایوں کی بھی زمینوں پہ وہی حالت ہے اور وہاں کوئی انتظام بھی نہیں ہے اس لئے ہمسائے کا بھی حق ہے۔ اس لئے کوشش یہی کریں کہ اگر کسی میں یہ برائی ہے تو ان تین دنوں میں اس برائی کو چھوڑنے کی بھی کوشش کریں اور کہیں میری بات سے یہ لائسنس نہ لے لیں کہ حدیقۃ المہدی میں نہیں پینا باہر جا کر جیسے مرضی پیتے رہیں۔ باہر ہمسایوں کی گراؤنڈز میں جا کے ان کے فارم پہ جا کے بالکل استعمال نہیں کرنا خاص طور پہ احتیاط کریں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14دسمبر 2018ء)

جلد اپنا شفا یاب دلدار ہو

منتظر تھے سبھی کہ ابھی آئے گا
ہم کو اپنا وہ روحِ گلستاں نظر

پھر پریشاں ہوئے آج کیا ہو گیا
آیا موجۂ خوشبو صبح نہ ادھر

دل بڑے زور سے پھر دھڑکنے لگے
’’احمدی دور درشن‘‘ نے دی جب خبر

آج منبر پہ نہ پھول کھل پائیں گے
کہ علیل ہو گیا اپنا جانِ جگر

دل میں پھر کیا کہیں درد کتنے جگے
چوٹ آئی اسے زخم ہم کو لگے

عافیت اس جلد کو لگائے گلے
لب دعاؤں سے لبریز ہو نے لگے

خود ہی پیشانیاں سجدہ ریز ہو گئیں
اشک آنکھوں میں موتی پرونے لگے

ٹھیس پہنچی دلوں کو تو اہل قلم
اپنے لفظوں میں جز بے سمو نے لگے

التجا سب نے کی یہ حضورِ خدا
نہ رہا خود پہ قابو تو رونے لگے

جلد اپنا شفا یاب دل دار ہو
پھر خدایا کبھی نہ یہ بیمار ہو
آمین

مبارک احمد عابد

بقیہ از صفحہ 9۔ صحیح بخاری کتاب الصوم

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہﷺ ایک سفر میں تھے تو آپؐ نے ایک جمگھٹا دیکھا اور ایک شخص کو جس پر سایہ کیا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ایک روزہ دار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں۔

(حدیث نمبر 1946)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔ (حدیث نمبر 1957)

ابن شہاب نے ابوعبید سے جو کہ ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ میں نے عید کی نماز پڑھی تو آپؓ نے کہا: یہ دو دن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عید الفطر کا وہ دن جس میں تم اپنے روزوں کی افطاری کرتے ہو اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

(حدیث نمبر 1990)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی پیروی میں رمضان گزارنے کی توفیق دے۔ آمین

فہیم احمد ناگی۔ لندن

نمونیہ پلیگ سے سعداللہ لدھیانوی کی ہلاکت

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی بگڑی ہوئی دینی حالت کو ازسرنودرست کرنے اوراسلام کوایک دفعہ پھردنیامیں مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعوداورمہدی موعودکے طورپر مبعوث کیا۔آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں قرآن مجید،احادیث نبویہ اور بزرگانِ امت کے اقوال پیش کئے۔اور 82کے قریب کتب شائع فرمائیں۔

مسلمانوں کی اکثریت نے آپ کے دعوے ِ نبوت کوماننے سے انکارکردیا۔اورآپ کے ماننے والوں کونفرت اور حقارت سے دیکھا۔اور خصوصاً بعض مسلمان ممالک میں ظلم اور بربریت کابازار گرم کردیا۔حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے خداتعالیٰ سے علم کی بنیاد پر اپنے آپ کو سب مذاہب کے ماننے والوں کے لئے حکمِ اور قابل اطاعت ٹھہرایاتھا۔اس طرح آپ کی مخالفت میں تمام مذاہب کی طرف سے مخالفت کاایک شوربرپاہوگیا۔مختلف مذاہب کے عالم جوکہ عام طورپرایک دوسرے کے شدیدمخالف ہوتے ہیں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی مخالفت اوردشمنی میں متحدہوگئے اورحضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ایذارسانی کے منصوبے بنانے لگا۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء اور سجادہ نشین آپ کی مخالفت میں کمربستہ ہوگئے۔اورآپ پرکفرکے فتوے لگانے لگے۔اس روزروزکے تکفیرکے فتوؤں اوراس غلیظ مشغلوں کے خاتمہ کی خاطر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ملک کے قابل ذکرعلماء اورسجادہ نشینوں کے نام لے کران کومباہلے کی دعوت دی۔تاحق اور باطل میں فیصلہ ہوسکے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اسی نے مجھے حکم دیاہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں تاجوراستی کادشمن ہے وہ تباہ ہوجائے اورجواندھیرے کوپسندکرتاہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اورنہ چاہا کہ کسی پربددعاکروں۔عبدالحق غزنوی ثم ّامرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگرمیں مدت تک اعراض کرتارہا۔آخراس کے نہایت اصرارسے مباہلہ ہوامگرمیں نے اس کے حق میں کوئی بددعانہیں کی لیکن اب میں بہت ستایاگیااوردکھ دیاگیامجھے کافرٹھہرایاگیامجھے دجال کہاگیا۔میرانام شیطان رکھاگیا۔مجھے کذاب اور مفتری سمجھاگیا۔میں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یادکیاگیا۔میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکاراگیا۔میری تکفیرپرآپ لوگوں نے ایسی کمرباندھی کہ گویاآپ کوکچھ بھی شک میرے کفرمیں نہیں۔ہریک نے مجھے گالی دینااجرعظیم کاموجب سمجھااورمیرے پرلعنت بھیجنااسلام کاطریق قراردیاگیا۔پران سب تلخیوں اوردکھوں کے وقت میرے ساتھ تھا...سواُٹھواورمباہلہ کے لئے تیاہوجاؤ۔‘‘ (روحانی خزائن جلد11صفحہ64-65)

پھرحضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں.

’’اب میں پھراپنے کلام کواصل کلام کی طرف رجوع دے کران مولوی صاحبوں کانام ذیل میں درج کرتاہوں جن کومیں نے مباہلہ کے لئے بلایاہے اورمیں پھران سب کواللہ جل شانہ ٗکی قسم دیتاہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اورمقام مقررکرکے جلدمیدان مباہلہ میں آویں۔اوراگرنہ آئے اورنہ تکفیراورتکذیب سے بازآئے توخداکی لعنت کے نیچے مریں گے‘‘ (روحانی خزائن جلدنمبر11صفحہ نمبر68-69)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے ان معاندین کے نام جنہوں نے آپ کو کافر، مفتری،کذاب اوردجال کہا انجام آتھم میں ایک فہرست شائع کی۔ اس فہرست میں مولوی سعداللہ لدھیانوی کانام صفحہ نمبر70کی پہلی سطر کے آغازپر لکھاہے۔

سعد اللہ لدھیانوی وہ شخص ہے جس نے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے معاندین اورمخالفین میں سے آپ کے خلاف سب سے زیادہ گندی زبان استعمال کی ۔ ماسٹرسعداللہ لدھیانوی جولدھیانہ کارہنے والاتھا۔یہ شخص کسی قدرعربی سے بھی واقف تھا۔یہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی مخالفت میں انتہائی قابل نفرت اور گندی زبان استعمال کرتا تھاکہ وہ طریق چوہڑوں اور چماروں کوبھی یاد نہ ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام اس کی بدگوئی اوربدزبانی کے متعلق فرماتے ہیں!جب منشی سعداللہ لدھیانوی بدگوئی اوربدزبانی میں حدسے بڑھ گیااوراپنی نظم اور نثرمیں اس قدراُس نے گالیاں دیں کہ میں خیال کرتاہوں کہ پنجاب کے تمام بدگودشمنوں میں اول درج کاوہ گندہ زبان مخالف تھا۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ435)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’میں باورنہیں کرسکتاکہ جب سے دنیاپیداہوئی ہے کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اورمرسل کودی ہوں جیساکہ اُس نے مجھے دیں۔‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ436)

اس نے ایک کتاب ’’شہاب ثاقب برمسیح کاذب‘‘ بھی لکھی تھی جس کے معنی ہیں کہ اس جھوٹے مسیح پرآگ پڑے گی۔اس نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی نسبت پیشگوئی کی تھی جس کے فارسی زبان میں دواشعاردرج ذیل ہیں۔

اخذ یمین و قطع وتین است بہرتو
بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری
اکنوں بہ اصطلاحِ شمانام ابتلا است
آخر بروزِ حشر و بہ ایں دار خاسری

ان اشعارمیں سعداللہ لدھیانوی نے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کو مخاطب کرکے لکھاکہ ’’خداکی طرف سے تیرے لئے مقدرہوچکاہے کہ خداتجھے پکڑے گا۔اورتیری رگ جان کاٹ دے گا۔تب تیری موت کے بعدیہ جھوٹاتیراسلسلہ تباہ ہوجائے گا۔اوراگرچہ تم لوگ کہتے ہوکہ ابتلا بھی آیاکرتے ہیں۔مگرآخرتوحشرکے دن اورنیزاس دنیامیں زیاں کاراورنامرادمرے گا۔‘‘

(تتمہ حقیقۃ الواحی صفحہ448)

اورپھربعداس کے آیت لَوۡتَقَوَّلَ عَلَيۡنَا لکھ کرحضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کو مخاطب کرکے کہتاہے۔کہ توہرجگہ ذلت پائے گااوراس جہان میں اوراُس جہان میں تیرے لئے عزت نہیں۔

مولوی سعداللہ لدھیانوی کی بدزبانی روزبروزبڑھتی چلی گئی۔آخر اس نے 16ستمبر1894ء کوحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے متعلق ایک نہایت ہی گندی اورناپاک تحریرشائع کی۔جس میں اُس نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو(نعوذباللہ)ابترلکھا۔اس کی اس کارروائی کوحضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے نہایت رنج وقلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضورمیں پیش کرکے دُعاکی اورجوکچھ اللہ تعالیٰ نے اُس کی نسبت آپ پرانکشاف فرمایا۔اسے آپ نے ’’انوارالاسلام‘‘کے مشمولہ اشتہاروں میں سے تیسرے اشتہارمیں جوتین ہزار روپے انعام کی شرط سے شائع کیاگیا۔جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

’’حق سے لڑتارہ۔آخراے مردودتو دیکھے گاکہ تیراکیاانجام ہوگا۔اے عدواللہ! تومجھ سے نہیں خداسے لڑرہاہے ۔بخدامجھے اسی وقت 29ستمبر1894ء کوتیری نسبت یہ الہام ہواہے۔اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالۡاَبۡتَرُ۔ اس الہامی عبارت کاترجمہ یہ ہے کہ سعداللہ جوتجھے ابترکہتاہے اوریہ دعویٰ کرتاہے کہ تیرا(حضرت اقدس کا)سلسلہٗ اولاداوردوسری برکات منقطع ہوجائے گا۔ایسا ہرگزنہیں ہوگا۔بلکہ وہ خودابتررہے گا۔‘‘

(ازاشتہار15۔اکتوبر1894ء مشمولہ ’’انوارالاسلام‘‘)

ان تحریروں کی اشاعت کے بعدحضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے ہاں تین لڑکے پیداہوئے۔مگرسعداللہ لدھیانوی کے گھر میں لڑکاپیدانہ ہوا۔اورجواولاداس کے ہاں پیداہوچکی تھی وہ پہلے ہی مرچکی تھی۔چنانچہ اپنے اس دکھ اور رنج وغم کااظہاروہ اپنے ان اشعارمیں کرتاہے ۔جواس کی ایک مناجات میں ہیں جن کی ’’قاضی الحاجات‘‘ عنوان ہے۔

جگر گوشہ ہادادی اے بے نیاز
ولے چند زانہا گرفتی توباز
دل من بنعم البدل شادکن
بلُطف ازغم وغصہ آزادکن
ز ازوج و اولاد اے ذوالمنین
بود ہریکے قُرّۃ العینِ من
جگر پار ہائے کہ رفتندپیش
ز مہجورئ شان دلم ریش ریش

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ449)

ترجمہ۔یعنی اے بے نیاز تونے مجھے اولاددی تھی۔مگران میں سے بعض کوتونے واپس لے لیا۔اب میرے دل کوان کے عوض میں اوراچھی اولاددے کرشادکراوراپنے لطف کے ساتھ مجھے رنج وغم سے آزادکر۔اے احسانوں والے!میری ازواج اور اولاد کومیری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔میرے جگرکے ٹکڑے جوفوت ہوچکے ہیں۔ ان کے رنج وجدائی سے میرادل ٹکڑے ٹکڑے ہے۔

سعداللہ لدھیانوی کے ان دردناک اشعار پرنظرڈال کر ہر شخص سوچ سکتاہے کہ اولادکے نہ ہونے اورمرجانے سے کس قدر حسرتیں اس کے دل میں بھری ہوئی تھیں۔وہ اس دردوغم سے سخت بے تاب وبے قرارتھا۔سالہاسال کی دعا اور گریہ زاری کرنے پراس کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اوروہ جوحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی موت اورتباہی کے لئے دعائیں کرتا رہا۔آخرجنوری 1907ء کے پہلے ہفتہ میں ہی اُن تمام دعاؤں سے نامرادرہ کرچندگھنٹہ میں لدھیانہ میں نمونیا پلیگ سے مرگیا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں وہ نہیں چاہتاتھا کہ میری زندگی میں اُس کی موت ہوبلکہ یہ چاہتاتھا کہ اُس کی زندگی میں میری موت ہو اس بارے میں اس نے پیشگوئی بھی شائع کی اور وہ نہیں چاہتا تھاکہ میری اولادہویامیری جماعت ترقی کرے اپنی اولاد کی کثرت چاہتاتھااور وہ نہیں چاہتا تھاکہ میرے سلسلہ کی کوئی مددکرے مگران تمام آرزوؤں سے نامرادرہ کراس ذلت کے ساتھ مرگیاکہ کوئی مراد اس کی پوری نہیں ہوئی۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ449-450)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی وہ پیشگوئی جس میں سعد اللہ کی ذلت اورنامرادی سے موت آپ کی تصنیف انجام آتھم میں عربی شعروں میں ہے اس کا ایک شعر اس طرح ہے۔

انی اراك تَمِيۡسُ بِالۡخُيَلَاءِ
أنسيت يوم الطعنة النجلَاءِ

میں تجھے دیکھتا ہوں کہ نازاورتکبر کے ساتھ تو چلتا ہے۔کیاتجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب توطاعون زخم کرنیوالی کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

اس شعرمیں واضح طورپراشارہ کردیاگیاہے کہ سعداللہ نمونیاپلیگ سے مرے گا۔حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں

’’کیونکہ طعنہ کا لفظ طاعون کی طرف اشارہ کرتاہے اورنجلاء عربی زبان میں فراخ زخم کوکہتے ہیں۔اورنمونیاپلیگ کی بھی یہی صورت ہوتی ہے کہ پھیپھڑہ زخمی ہوکرپھٹ جاتاہے اوراس میں فراخ زخم ہوجاتاہے اورعجیب تریہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ پیشگوئی

کی گئی اُس زمانہ میں اس ملک میں طاعون کانام ونشان نہ تھاپس یہ اس قادرعلیم کے عمیق در عمیق علم کاایک نمونہ ہے کہ اُس نے سعداللہ کی اس قسم کی موت کی اُس وقت خبر دی جبکہ یہ تمام ملک طاعون سے پاک تھا۔“ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 447)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

”سعداللہ نے میری موت کی نسبت اورتمام جماعت کے مرتداورمنتشرہونے کی نسبت پیشگوئی اپنی کتاب شہاب ثاقب میں شائع کی تھی۔اوراس میں اُس نے صاف طورپر لکھاتھاکہ یہ شخص کذاب اور مفتری ہے اس لئے وہ ذلت کی موت سے مرے گا اوراس کی جماعت متفرق اور منتشرہوجائے گی۔اوربہت گندے الفاظ کے ساتھ میری ہلاکت کی خبر دی تھی اس لئے خداتعالیٰ کی غیرت نے جووہ صادقوں کے لئے رکھتاہے اُس کی پیشگوئی کواُسی پراُلٹادیابدقسمت سعداللہ نے اپنی کتاب میں جس کانام اس نے رکھاہے شہاب ثاقب بَرمسیح کاذب جس کے معنی ہیں کہ اس جھوٹے مسیح پرآگ پڑے گی اوراس کوہلاک کرے گی۔“

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 447-448)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق فرماتے ہیں۔

”اس کے کلمات سے ظاہر ہے کہ وہ میری نسبت کیاآرزو رکھتا تھا۔ جس کووہ ہزاروں حسرتوں کے ساتھ اپنے دل میں لے گیا یہ مقام منصفین کے بڑی غور کے لائق ہے کہ یہ دوطرفہ پیشگوئیاں مباہلہ کے طورپر تھیں۔یعنی اس نے میری موت کی خبردی تھی جس کو وہ خیال کرتا تھا جواس کی زندگی میں ہی میری موت نہایت نہایت نامرادی سے ہوگی۔اورمیری موت کے لئے وہ بہت دعائیں کرتاتھااوراس کویقین تھاکہ ایسا ہی ہوگا۔دوسری طرف اس کی پیشگوئی سے چاربرس بعدمجھے خدانے خبردی کہ وہ میری زندگی میں ہی ذلّت کی موت سے مرے گااورطاعون کی ایک قسم سے ہلاک ہوگااورمیں اپنی پیشگوئی کی تصدیق کیلئے اس کی موت کے بارے میں دعائیں کرتاتھاآخر خدانے مجھے سچاکیااوروہ میری پیشگوئی کے مطابق میری زندگی میں ہی جنوری کے پہلے ہفتہ میں ہی ہلاک ہوا۔“ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 448)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ عجب بات ہے ۔کیاکوئی اس بھیدکوسمجھ سکتاہے کہ ان لوگوں کے خیال میں کاذب اورمفتری اوردجال تومیں ٹھہرامگرمباہلہ کے وقت میں یہی لوگ مرتے ہیں۔کیانعوذُباللہ خداسے بھی کوئی غلط فہمی ہوجاتی ہے؟ایسے نیک لوگوں پرکیوں قہرالٰہی نازل ہے جو موت بھی ہوتی ہے پھرذلت اوررسوائی بھی“ (حقیقۃ الوحی صفحہ 238)

اطلاعات — اعلانات

مکرم آفاق احمد۔یوکے لکھتے ہیں۔

خاکسار ، مکرم ماسٹر عبد القدوس شہید آف ربوہ کے بارہ میں حالات و واقعات اکٹھے کر رہا ہے ۔ اس حوالہ سے اگر احباب جماعت میں سے کسی کے پاس کوئی مواد، کوئی واقعہ، کوئی یادگار یا کوئی تصاویر موجود ہوں تو خاکسار سے مندرجہ ذیل ای میل پر رابطہ کرنے کی عاجزانہ درخواست ہے۔خاکسار نہایت ممنون ہو گا۔جزاکم اللہ أحسن الجزا

Qudoos.shaheed@gmail.com

جنید اسلم

صحیح بخاری کتاب الصوم

کتاب الصوم (یعنی روزوں کی کتاب) صحیح بخاری کی 30ویں کتاب ہے جس میں 69 ابواب ہیں اور 116 احادیث ہیں (بعض احادیث کا تکرار بھی ہے) کتاب صلٰوۃ التراویح، کتاب فضل لیلۃالقدر اور کتاب الاعتکاف اس کے علاوہ ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب الصوم کا آغاز قرآن کریم کی اس بنیادی آیت سے کیا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (البقرۃ: 184)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس کتاب کے بعض اہم ابواب اور احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ابواب

رمضان کے روزے واجب ہونا۔روزے کی فضیلت۔روزہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ ریّان (دروازہ) روزہ داروں کے لیے مقدر ہے۔چاند دیکھنا۔ جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید سے نیت کر کے رکھے۔ آنحضور ﷺ سب سے زیادہ جو سخاوت کرتے تو رمضان میں کرتے۔ روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا جو نہ چھوڑے۔کیا یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں جب اُسے گالی دی جائے۔آنحضرت ﷺ کا فرمان کہ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھو تو افطار کرو۔ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھا جائے نہ ایک دن نہ دودن۔سحری کھانے میں دیر کرنا۔ سحری کھانے کی برکت بغیر اس کے کہ وہ واجب ہو، جب دن کے وقت روزے کی نیت کرے، روزہ دار جب بھول کر کھالے یا پی لے، روزہ دار کا تازہ اور خشک مسواک کرنا، سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا، رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے کب رکھے جائیں؟، حائضہ عورت روزہ اور نماز ترک کرے، روزہ دار کے افطار کا وقت کب ہوتا ہے؟، افطار میں جلدی کرنا وغیرہ ۔

احادیث

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت کی کہ ایک بدوی رسول ﷺ کے پاس آیا۔ حالت یہ تھی کہ سر کے بال پراگندہ تھے۔اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے بتائیں اللہ نے نماز میں سے کیا کچھ مجھ پر فرض کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانچ نمازیں، سوائے اس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور پڑھے تو اس نے کہا: مجھے بتائیں روزوں سے اللہ نے مجھ پر جو فرض کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ سوائے اس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور روزے رکھے تو اس نے کہا: مجھے بتائیں زکوۃ سے اللہ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟ (حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے احکام اس کو بتائے۔ اس نے کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ عزت بخشی، میں بطور نفل کچھ نہیں کروں گا اور نہ اس سے کچھ کم کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بامراد ہوگیا اگر یہ سچا ہے یا (فرمایا) جنت میں داخل ہوگیا اگر یہ سچا ہے۔ (حدیث نمبر 1891)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات، اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہیے کہ اس سے دو بار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزے میرے لیے ہیں اور میں ہی اس کا بدلہ اور نیکی کا بدلہ دس گناہ ہے۔ (حدیث نمبر 1894)

حضرت سہلؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا۔ جنت میں بھی ایک دروازہ ہے۔ جس کو ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے۔ ان کے سوا کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا۔ پوچھا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوجائیں گے۔ ان کے سوا کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہوجائیں گے تو وہ بند کردیا جائے گا تو پھر کوئی بھی اس سے داخل نہ ہوگا۔ (حدیث نمبر 1896)

عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے (ابوسہیل) ابن ابی انس نے خبر دی اور وہ تیمیین کے آزاد کردہ غلام تھے کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں میں جکڑدیئے جاتے ہیں۔ (حدیث نمبر 1899)

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو کوئی لیلۃ القدر میں ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو: اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کوئی رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھے گا، اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (حدیث نمبر 1901)

عبیداللہ بن عبداللہ عتبہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: نبی ﷺ نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے اورحضرت جبرائیلؑ رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ (رمضان) گزر جاتا۔ نبی ﷺ قرآن کا دور کرت۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔ (حدیث نمبر 1902)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔ (حدیث نمبر 1903)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ ہوتا ہوں اور روزے ایک ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ کوئی اس کا گالی دے یا اس سے لڑے تو چاہیے کہ وہ یہ کہہ دے: میں روزہ دار شخص ہوں۔ اور اسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بُواللہ تعالیٰ کے نزدیک بوئے مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ پہلی خوشی اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

(حدیث نمبر 1904)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(حدیث نمبر 1923)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کوئی بھول سے کھائے پیئے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ نے ہی اسے کھلایا اور پلایا ہے۔ (حدیث نمبر 1933)

باقی ص 7 پر

سعید احمد رشید۔ مرحوم

رمضان۔ روزہ، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا مہینہ ہے

وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِہٖ (التغابن:17)

ترجمہ: جو بخل سے کام لیتا ہے تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس کے خلاف بخل کرتا ہے۔

وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ ؕ (محمد:39)

ترجمہ: اور خرچ کرو (یہ) تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ہُوَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ شَرٌّ لَّہُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ (آل عمران:180)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ یہ تو ان کے لئے بہت بُرا ہے۔ جس (مال) میں انہوں نے بخل سے کام لیا قیامت کے دن ضرور وہ اس کے طوق پہنائے جائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک انسان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے۔“

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ”جس نے کسی مسلمان کی بے چینی کو دور کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی قیامت کی تکلیفوں اور دکھوں کو دور کرے گا اور جس نے کسی تنگدست کو آرام پہنچایا اور اس کے لئے آسانی پیدا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار اور کوشاں رہتا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت اور بھی زیادہ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ رمضان میں تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ (بخاری کتاب الجمعۃ)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی حضور ﷺ سے کسی نے سوال کیا آپ ﷺ نے کبھی بھی جواب میں ”لَا“ نہیں فرمایا یعنی کبھی آپ ﷺ کے منہ سے نہ نہیں نکلا۔ (بخاری کتاب الصوم)

ایک حدیث میں ہے کہ رمضان کے مہینہ میں خرچ کرنے بخل نہ کیا کرو بلکہ اپنے نان و نفقہ پر بھی خوشی سے خرچ کیا کرو کیونکہ اس مہینہ میں تمہارے اپنے نان نفقہ کا ثواب بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ثواب ہے۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں ہے کہ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے اور نفلی صدقہ کرنے والے کو فرض کے برابر ثواب ملتا ہے اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے والے کو 70 فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”سب سے افضل اور بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں کیا جائے۔“ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”بخیل اور شقی کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جنہوں نے سینے تک لوہے کی قمیض پہنی ہوئی ہے جس میں وہ دونوں جکڑے ہوئے ہیں۔ سخی جب کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کی قمیض کا حلقہ کھل جاتا ہے اور اس طرح وہ قمیض آہستہ آہستہ کھل جاتی ہے اور آخرکار وہ اس کی جکڑ سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن بخیل کی قمیض تنگ ہوتی چلی جاتی ہے اس طرح اس کی قمیض کا حلقہ تنگ ہوتا چلا جاتا ہے۔“ (مسند احمد/2256)

حضرت ابن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ دوسرے وہ شخص جسے خدا نے علم و حکمت عطا فرمائی جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا اور دوسروں کو (وہ علم) سکھاتا ہے۔“
(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب انفاق المال فی حقہ)

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوۡ بِشِقِّ تَمۡرَۃٍ۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر
(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار)

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔۔۔ (البقرۃ:196)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے، جنت کے قریب ہوتا ہے اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے مگر دوزخ سے دور اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، لوگوں سے دور اور جنت سے دور ہوتا ہے مگر دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل اور کنجوس کو ہلاک کر اس کا مال و متاع تباہ کر۔
(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ فاما من کان اعطی واتقی)

اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ایک ان میں وہ سخی ہے جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر خدا کی راہ میں خرچ کیا یا صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی نہ پتہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء صدقہ)

اَبۡغُوۡنِیۡ فِی الضُّعَفَاءِ فَاِنَّمَا تُنۡصَرُوۡنَ وَتُرۡزَقُوۡنَ بِضُعَفَاءِکَ
(بخاری، ابوداؤد)

مجھے غریبوں میں تلاش کرو۔ یعنی ان کی مدد کر کے تم میری رضا حاصل کر سکتے ہو۔

پھر فرمایا۔

”کمزوروں اور غریبوں کی مدد کی وجہ سے تمہیں رزق ملتا ہے اور خدا کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔“ (بخاری کتاب الجہاد، ابوداؤد)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ایسے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں ہے۔ اگر ایک بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجّہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصّہ خرچ کر دیں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربہ زیادہ کر لو تاکہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سَو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215)

”یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ساری ہمدردی صرف احمدیوں یا مسلمانوں سے مخصوص کرو، نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ کوئی ہو، ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بعض اس قسم کے خیالات رکھتے ہیں کہ اگر ایک شیرے کے مٹکے میں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تِلوں میں ڈال کر تِل لگائے جاویں تو جس قدر تل اس کو لگ جاویں اس قدر دھوکہ اور فریب دوسرے لوگوں کو دے سکتے ہیں۔“
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 217)

پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے ایک پیسے کے برابر نہیں ہوگا...... اللہ تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا تعالیٰ سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں سے زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ وہ مال خودبخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔

پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصّہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا..... اور یہ بہت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔

تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے مجھے ملا ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔“
(تبلیغِ رسالت، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 53 تا 55)

اطلاعات | اعلانات

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عزیزم حافظ ڈاکٹر سجیل احمد (ابن مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف فضل عمر ہسپتال) اور عزیزہ آمنہ بتول (بنت مکرم اجمل امجد بیگ لاہور) کو مورخہ 7 مئی 2020ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت ”حاذقہ“ عطا فرمایا ہے۔

نومولود بیٹی حاذقہ کی والدہ عزیزہ آمنہ بتول حضرت مصلح موعودؓ کی پڑنواسی، محترم پیر معین الدین مرحوم اور محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر کی نواسی اور محترمہ امۃ الشکور لاہور کی بیٹی ہیں۔ جبکہ حاذقہ کے والد عزیزم سجیل احمد محترم مولانا محمد شفیع اشرفؔ مرحوم کے پوتے، محترم بشیر الدین احمد خاکی ولد محترم عبد الرحمٰن خاکی کے نواسے اور حضرت مولانا عبد الرحیم دردؔ کی نسل سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے نو مولودہ کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے، نیک، خادمہ دین، سب کے لئے قرۃ العین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے حق میں تمام دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

نصیر احمد قمر۔لندن

رمضان کی غرض و غایت تقویٰ

رمضان کا مقدس و مبارک مہینہ مومنین صالحین کے قلوب پر اپنے بے انتہا فیوض و انوار کی بارشیں برساتا ہوا بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہاہے۔ ہر طرف رحمت کی نسیم چل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مغفرت اور دعاؤں کی قبولیت کا فیضان عام جاری ہے ۔

روزہ کوئی بوجھ نہیں بلکہ جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے روزہ مومنوں پراس لئے فرض کیا گیاہے لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ چنانچہ مومنین کا فرض ہے کہ وہ روزہ کی اس بنیادی غرض کو ہمیشہ پیش نظررکھیں ورنہ ان کا بھوکا پیاسا رہنا ایک بے فائدہ اور بے ثمر عمل ٹھہرے گا۔

تقویٰ ایک وسیع المعانی لفظ ہے اور قرآن مجید و احادیث نبویہ میں اوراسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات و فرمودات میں اس کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے ۔تقویٰ کے لفظ میں بنیادی حروف و، ق اور ی ہیں جس کے معنے بچنے کے ہیں ۔چنانچہ عربی میں اسی مادہ سے ایک لفظ ’’وِقَایَۃ‘‘ ہے جس کے معنے ڈھال کے ہیں جودشمن کے حملہ سے بچاؤ اور حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد مبارک میں روزوں کو بھی ڈھال قرار دیاہے کیونکہ روزے انسان کے گناہوں کی بخشش اور نجات کا ایک ذریعہ ہیں ۔

روزہ کا مقصد صرف بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں بلکہ خدا کے حکم کے تابع اور اس کی رضا کی خاطر جب انسان بعض حلال چیزوں کو بھی ترک کرتاہے اور عبادت میں شغف اور کثرت دعا اور انابت الی اللہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں میں آگے بڑھنے کی سعی کرتاہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت و مغفرت کے ساتھ اُس سے زیادہ شفقت اور رحم کے ساتھ اس پر جھکتاہے یہاں تک کہ وہ اسے اپنی پناہ میں لے لیتاہے۔ اور جو خدا کی پناہ میں آجائے کون ہے جو ایسے شخص کو کسی قسم کی تکلیف یا دکھ پہنچا سکے۔ اور یہی روزے کا مقصود ہے کہ انسان اللہ کا تقویٰ اختیار کرے یعنی خدا کو اپنی سپرِ بنائے اوراس کی حفظ و امان کے سایہ تلے آ جائے۔ پس روزہ تمام دینی و دنیوی شروروں سے حفاظت کاایک ذیعہ ہے ۔

رمضان کے ان بابرکت ایام میں جبکہ خصوصیت سے تلاوت قرآن مجید بھی کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم ہے ،ہمارا فرض ہے کہ تلاوت کے دوران جہاں متقین کا ذکر آتاہے اور تقویٰ کا مضمون بیان فرمایا گیاہے اس پر ٹھہرکر خاص طورپرغورکریں اوراپنے طورپر جائزہ لیں کہ کیاہم تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہیں یا نہیں اور پھر جہاں جہاں اس پہلو سے کوئی کمی یا نقص دکھائی دے اسے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

قرآن مجید میں جب بھی تقویٰ اختیارکرنے کا حکم دیا گیاہے تو سب سے اوّل اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ تقویٰ کے ایک معنی ڈھال یا بچاؤکے ذریعہ کے بھی ہیں۔ چنانچہ تقویٰ اللہ اختیار کرنے کے حکم کاایک پہلو یہ ہے کہ تم اللہ کو اپنی ڈھال بناؤ۔ ہر قسم کے خطرات ، ہر قسم کے ظاہری وباطنی شر اور فساد اورنقصان سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں آؤ۔ کیونکہ صرف وہی ایک ایسی ذات ہے جو ہرلمحہ اور ہر آن ہر قسم کے شر اور نقصان سے تمہاری حفاظت کرسکتی ہے ۔ وہی ہے جس کی امان میں آکر تم ہر قسم کی راحت اور سرور حاصل کر سکتے ہو ۔ ورنہ تمہاری صحتیں ، تمہاری طاقتیں،تمہاری صلاحیتیں، تمہارے ازواج و اولاد،تمہارے اموال،تمہاری جائیدادیں،تمہارے دوست احباب یا تعلق والے،تمہارے قبیلے،تمہاری اقوام ، تمہاری حکومتیں،تمہاری چالاکیاں یا کسی قسم کی تدبیریں خدا کے مقابل پر تمہارے کسی کام نہیں آسکتیں اور نہ تمہیں حقیقی خوشی پہنچا سکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’اگرتم خدا کے ہو جاؤگے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے ۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خداتعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا ۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑ دے گا۔ ...... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مدد گار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں‘‘۔ (کشتیٔ نوح)

اس لئے اگر تم سچی خوشی اور دائمی خوش حالی اور ابدی سکون اور اطمینان قلب کے متمنی ہو تو اللہ کی حفاظت میں آ جاؤ۔ اس کو اپنی ڈھال بنالو۔ اس میں نہاں ہو جاؤ ،یہی ہر مذہب کی بنیادی تعلیم ہے۔ تمام انبیا کرام اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔ چنانچہ جنہوں نے اس آواز پر لبیک کہا ،اللہ نے ان کی نصرت فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ناکام و نامراد کیا ۔ قرآن مجید ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے ۔

پھر قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے معلوم ہوتاہے کہ تقویٰ ہر نیکی کی جڑ بھی ہے اور تقویٰ کی جڑ سے نشوونما پانے والے نیک اعمال ہی انسانوں کو تقویٰ کے بلند تر مراتب تک پہنچانے کا موجب بنتے ہیں۔ تقویٰ کے یقیناً بہت سے مراتب ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے تقویٰ میں بہت فرق ہوتاہے اوراس میں کچھ شک نہیں کہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ سب سے زیادہ متقی تھے۔خود آپؐ نے ایک موقعہ پر اللہ کی اس نعمت کے اظہار کے لئے فرمایا کہ میں ’’اَتْقٰی‘‘یعنی تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہوں۔ پس تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے اسوہ پر قدم مارے جائیں۔ آپؐ نے تقویٰ کی راہوں پر خود چل کرکے امت کے لئے جو نمونہ قائم فرمایاہے وہی راہیں ہیں جن پر چلنے سے انسان تقویٰ کو پا سکتاہے۔

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت 184 جس میں مومنوں پر روزوں کوفرض قرار دیا گیاہے اور اس کی غرض تقویٰ بتائی گئی ہے اس سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ خود روزہ بھی تقویٰ کی راہوں میں سے ایک راہ ہے اور حصول تقویٰ کاایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں روزہ کو ڈھال قراردیا گیاہے۔ اور زمانے کی تکلیفوں اورہلاکتوں سے اورخدا کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے یعنی اسے اپنی ڈھال بنانے اوراس کی حفظ و امان میں جگہ پانے کے لئے روز ہ ایک بہت ہی اہم طریق ہے۔ روزہ سے انسان کواپنے نفس پر قابو حاصل ہوتاہے۔ روزہ کی حالت میں انسان بہت سی جائز چیزوں سے بھی باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اور ضرورت کے محض اس لئے رکا رہتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کی حالت میں ان کے استعمال سے منع فرمایاہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہے تو شدت پیاس یا بھوک کے وقت کوئی مشروب پی سکتاہے یا دیگر کھانے پینے کی اشیا استعمال کر سکتاہے اور اگر اسے لوگوں کاخوف ہو تو ان کی نظروں سے چھپ کر بھی وہ ایسا کرسکتاہے۔لیکن روزہ دار ایسا نہیں کرتا ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ سچا روزہ دار ریا کے خیالات سے پاک ہوتاہے ۔ وہ خدا کی محبت میں اس کی خاطر روزہ رکھتاہے ۔ وہ جانتاہے کہ میں نے جس کی خاطر روزہ رکھا ہے اس کی نظروں سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ اور اس کی طرف سے روزہ کی حالت میں ان باتوں کی اجازت نہیں۔ غرضیکہ روزہ دار جب ان تمام جائز اورحلال باتوں سے بھی باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اور باوجود ضرورت کے اور کسی قسم کی روک کے نہ ہونے کے صرف اس لئے رکتاہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اجازت نہیں تو ایسے شخص سے صریح حرام اور ناجائز امور کے ارتکاب کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے ۔

اس وقت ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں یہ دَور بہت ہی پُرفتن اور پرآشوب ہے۔دجالیت کے عنکبوتی تاروں نے معاشرہ کو اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھاہے ۔ دہریت اورالحاد کی زہریلی ہوائیں ہر طرف چل رہی ہیں ۔ قسما قسم کی فحشاء اوربدیوں اور طرح طرح کے مکروفریب نے اس خطۂ زمین کا امن اٹھا دیاہے ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ پس نفس امّارہ کے اندرونی حملوں اور شیطان کے بیرونی مفاسد سے بچنے کی ایک اور صرف ایک ہی صورت ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف رجوع کیاجائے اوروہ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہماری دستگیری فرمائے اور اپنی پناہ میں لے لے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’پس کیاہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے منہ پھیر لیتاہے اورخدا کے حرام کو ایسی بے باکی سے استعمال کرتاہے کہ گویاوہ حرام اس کے لئے حلال ہے ۔ غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی ، کسی کوزخمی اورکسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتاہے۔ اورشہوات کے جوش میں بےحیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتاہے۔ سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے اس دنیا میں آئے ہو اوروہ بھی بہت گزر چکے۔ سواپنے مولا کوناراض مت کرو۔ ایک انسانی گورنمنٹ جوتم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تووہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے ۔پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر بچ سکتے ہو۔

اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہرجاؤ تو تمہیں کوئی تباہ نہیں کر سکتا اوروہ خود تمہاری حفاظت کرے گااوردشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی محافظ نہیں اورتم دشمنوں سے ڈرکر یا اور آفات میں مبتلا ہوکربےقراری سے زندگی بسرکروگے اورتمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے ۔خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتاہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سوخدا کی طرف آؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یاہاتھ سے ظلم مت کرو اورآسمانی قہر سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات ہے‘‘ (کشتیٔ نوح)

رمضان کا مہینہ گویا ایک تربیتی عرصہ ہے جس میں مومنوں کو یہ مشق کروائی جاتی ہے کہ وہ باوجود سامانوں کے مہیا ہونے کے اورضرورت کے ان چیزوں سے رکتے ہیں جن سے رکے رہنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اوران امور کو بجا لاتے ہیں جن کے کرنے کو اس نے پسند فرمایاہے اوران کے کرنے کا حکم دیاہے ۔ گویا تمام امور میں اللہ کی اطاعت اوراس کی رضا کو مقدم کرنے کا بنیادی سبق ہے جو ہمیں روزوں میں ملتاہے۔ اور یہی تقویٰ کی پہلی منزل ہے کہ انسان اپنے تمام امور میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی اللہ کی فرمانبرداری اوراس کی رضا کو مقدم رکھے اورکوئی ایسا کام نہ کرے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو بلکہ ’’مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ‘‘ کا زریں اصول اس کی زندگی کا معمول بن جائے ۔ اگر ایسا ہو تویہی وہ تقویٰ کابنیادی معیارہے جو مومن کی تمام زندگی کو حسین سے حسین تربناتا چلا جائے گا اور اس کے نیک اعمال کے پاکیزہ درخت کو اللہ کے حکم سے نئی رفعتیں عطاہونگی اورنئے اور تازہ بتازہ شیریں پھل نصیب ہوں گے ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یقینا یادرکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہو۔ ہرایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے ۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا‘‘۔

خدا کرے کہ ہم روزوں کی اس بنیادی غرض یعنی ’’تقویٰ‘‘ کو حاصل کرنے والے ہوں اور یہ تقویٰ ایک دفعہ ہمیں حاصل ہو تو پھر کبھی ہما را ساتھ نہ چھوڑے بلکہ ہمیں ہمیشہ تقویٰ کے اعلیٰ مراتب تک لے جانے کا باعث بنتا چلا جائے تا آنکہ ہم پورے طورپر اس محبوب حقیقی کی حفظ وامان میں آ جائیں کہ جس کے سوا کوئی معبود اور محبوب اورمقصود نہیں اور’’ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ‘‘ کے اقرار پرہماری زندگیاں ایک عملی گواہ بن جائیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ۔ آمین یا ارحم الراحمین ۔

حلیم خان شاہد ۔انڈیا

بڑا بد نصیب ہے جس نے رمضان پایا اور تغیر نہ پایا

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ

’’ماہ رمضان کے استقبال کے لئے یقیناًسارا سال جنت سجائی جاتی ہے ۔اور جب رمضان آتا ہے تو جنت کہتی ہے کہ یا اللہ اس مہینے میں اپنے بندوں کو میرے لئے خاص کردے ‘‘

(بیہقی شعب الایمان)

لیکن کیا اس مہینے کا آنا اور گزر جانا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔نہیں بلکہ بڑا بد نصیب ہے وہ جس نے اس مبارک مہینہ کو پایا اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا نہ کرسکا۔حضرت مولوی حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

’’رمضان میں گریہ،خشیت،دعا،غذا میں تغیر پیدا کروتاکہ آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو میرے نزدیک اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد:12) دلیل ہے۔بڑا بدنصیب ہے جس نے رمضان پایا اور تغیر نہ پایا۔

(ارشادات نور جلد اول صفحہ نمبر۔343)

یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے تبدیل نہ کرے جو ان کے نفوس میں ہے۔ اس لئےاللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہونے کے لئے ماہ رمضان میں اپنے اندر گریہ(وزاری)،خشیت،دعا اور اپنی غذا میں تبدیلی پیدا کرنابہت ضروری ہے۔جب یہ تمام چیزیں ہمارے اندر ہوں گی تو یقیناً ہم اللہ کے خاص بندوں میں شامل ہونے والے بن جائیں گے۔ہم اس تعلق سے اپنا جائزہ لیتے ہیں کہ ان امور کے ساتھ کیا ہم رمضان کے یہ مبارک ایام گزار نے والے بن رہے ہیں ؟اگر ان امور کے ساتھ ہم رمضان گزاریں گے تو یقیناً ہم خدا کا قرب حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔آیئے قرآن،حدیث،حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خلفاء کرام کےاقوال سے اس کی جگالی کرتے ہیں اور اپنا جائزہ لیتے ہیں۔

گریہ وزاری میں تغیر پیدا کروتاکہ رمضان میں آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت سے طریق اسلام نے بتائے ہیں ان میں سے ایک طریقہ اس کے حضور گریہ وزاری کرنا ہوتا ہے۔اور ایک انسان اپنی حاجات اور التجاء کو نماز کے ذریع بھی اللہ کے حضور پیش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ

(المومنون:1،2)

ترجمہ: یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔یہ عاجزی تو بعض دفعہ دنیا دار لوگ بھی دکھاتے ہیں ۔ اس ضمن میں ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’عاجزی تو بعض دنیادار بھی بعض دفعہ دکھا دیتے ہیں بلکہ صرف اگر گریہ و زاری کا سوال ہے تو بعض دنیا دار ذرا ذرا سی بات پر ایسی گریہ و زاری کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے...لیکن یہ سب یا تو اپنے مفادات کے لئے یا دنیا دکھاوے کے لئے یا ایک عارضی اور وقتی جذبے کے تحت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا تو ان ظاہری باتوں سے بہت دُور ہوتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 10۔اپریل 2015ء)

اسی طرح دنیا داروں کی جذباتی حالت کے بارے میں یا ظاہری اور وقتی طور پر گریہ و زاری کا اظہار کرنے والوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ بیان فرمایا کہ:

’’بہت سے ایسے فقیر میں نے بچشم خود دیکھے ہیں اور ایسا ہی بعض دوسرے لوگ بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ کسی دردناک شعر کے پڑھنے یا دردناک نظارہ دیکھنے یا دردناک قصہ کے سننے سے اس جلدی سے ان کے آنسو گرنے شروع ہوجاتے ہیں جیسا کہ بعض بادل اس قدر جلدی سے اپنے موٹے موٹے قطرے برساتے ہیں کہ باہر سونے والوں کو رات کے وقت فرصت نہیں دیتے کہ اپنا بستر بغیر تر ہونے کے اندر لے جاسکیں‘‘ (یعنی جس طرح بارش ایک دم آ جاتی ہے اس طرح ایک دم ان کے آنسو بہنے لگ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا) ’’لیکن میں اپنی ذاتی شہادت سے گواہی دیتا ہوں کہ اکثر ایسے شخص میں نے بڑے مکاربلکہ دنیاداروں سے آگے بڑھے ہوئے پائے ہیں اور بعض کو میں نے ایسے خبیث طبع اور بد دیانت اور ہر پہلو سے بدمعاش پایا ہے کہ مجھے ان کی گریہ وزاری کی عادت اور خشوع خضوع کی خصلت دیکھ کر اس بات سے کراہت آتی ہے کہ کسی مجلس میں ایسی رقت اور سوز و گداز ظاہر کروں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21صفحہ 194)

حقیقی گریہ و زاری کے نظارے تو کوئی اللہ کاپیارا ہی دکھا سکتا ہے۔ کیا کوئی دنیاوی دلچسپیوں میں ڈوبا ہوا یہ نظارے دکھا سکتا ہے؟ نہیں۔ اور وہ پیارا وجود حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سوا کون ہوسکتا ہے ۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں آپؐ کی ان خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں۔ ایک روایت میں آتا ہے مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت شدت گریہ و زاری کے باعث آپؐ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی آواز ہوتی ہے۔‘‘

(سنن ابی داؤدکتاب الصلوٰۃ باب ابکاء فی الصلوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ آپؐ کے سینے سے ایسی آواز اٹھ رہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے۔

(سنن نسائی-کتاب السھو-باب البکاء فی الصلوٰۃ حدیث نمبر 1213)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقّت اور سوزوگداز کی حالت ہے جو نماز اور یاد الٰہی میں مومن کو میسر آتی ہے۔ یعنی گدازش اور رقّت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور روح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور ایک خوف کی حالت اپنے پر وارد کرکے خدائے عزّوجل کی طرف دل کوجھکانا جیسا کہ اِس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ۔ یعنی وہ مومن مراد پاگئے جو اپنی نمازوں میں اور ہر ایک طور کی یادِ الٰہی میں فروتنی اور عجزونیاز اختیار کرتے ہیں۔ اور رقّت اور سوزوگداز اور قلق اور کرب اور دلی جوش سے اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21صفحہ 188)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف نماز ہی نہیں بلکہ ہر ایک طور کی یاد الٰہی میں فروتنی اختیار کرنی چاہئے اور پس ہرآدمی کواس رمضان میں چلتے پھرتے ذکر الٰہی کرنا چاہئے۔ اور جب ہر ایک طور کی یاد الٰہی ہو تو ہر عمل چاہے وہ روزمرہ کے معاملات کا ہو خدا تعالیٰ کی یاد کو سامنے رکھتے ہوئے، اس کے احکام کی یاد دلاتے ہوئے عجز اور خوف کی حالت پیدا کئے رکھتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’وہ لوگ جو قرآن شریف میں غور کرتے ہیں سمجھ لیں کہ نماز میں خشوع کی حالت روحانی وجود کے لئے ایک نطفہ ہے اور نطفہ کی طرح روحانی طور پر انسان کامل کے تمام قویٰ اور صفات اور تمام نقش و نگار اس میں مخفی ہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21صفحہ 189)

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ رمضان کے ان دنوں میں گریہ وزاری کے ساتھ نماز ادا کی جائے تاکہ ہم اللہ کا قرب حاصل کرنے والے بن جائیں اوران لوگوں میں ہم شمار ہوں جو جُوں جُوں عبادت میں ترقی کرنے والے ہوتے ہیں تو تذلّل بھی ان کا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ عاجزی اور انکساری بھی ان کی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عبادتوں کی خوبصورتی اور خشوع کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے یہ فرماتے ہیں کہ میں بھی جنت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جاؤں گا (صحیح البخاری)تو پھر کسی اَور کا صرف عمل اسے کس طرح جنت میں لے جا سکتا ہے ۔پس اس رمضان میں اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے فضل کو جذب کرنے کے لئے مسلسل عاجزی اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ہم خدا کا قرب پانے والے بن سکیں۔

خشیت الٰہی میں تغیر پیدا کروتاکہ رمضان میں آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ سے اُس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔

رمضان کے برکات سے فائدہ اوراس ماہ میں اللہ کا قرب پانے کے لئے خشیت اللہ اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ایک مقام پر ہمارے پیارے نبی ﷺ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ!کیا وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ (المومنون: 62) کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کچھ چاہے کرے مگر خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے مگر اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے بھی ڈرتا رہے۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل جلد 8صفحہ 297-296)

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

خدا کی خشیت سے رونے والا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ دودھ واپس تھنوں میں لوٹ جائے۔

(ترمذی کتاب فضائل الجہاد)

پس یہ وہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے خشیۃ اللہ کا عظیم نمونہ ہر آن اپنی اُمّت کے سامنے پیش فرمایا۔ ہر بات دیکھ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل دیکھ لیں اس خشیت سے بھرا پڑا ہے۔ خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزاں و ترساں ہیں۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے مقرب ترین آپ ہیں۔ ان کے ساتھ جڑنے والوں نے بھی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ کی خوشخبری سنی ہے۔ پس یہ اسوہ حسنہ ہے اور یہ خَشۡیَۃُ اللّٰہ ہے۔ اگر ہم نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور اس چیز کواپنے اندر پیدا کیا تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس رمضان میں اللہ تعالیٰ کی خشیت کی روح کو سمجھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی گزارنے والے ہوں۔ اللہ کرے یہ رمضان ہمارے لئے روحانی انقلاب پیدا کرنے والا بن جائے اور یہی رنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی تھا اور آپؑ نے اپنے ماننے والوں کے اندر بھی اس چیز

کو پیدا کرنے کے لئے آے تھے۔

خشیت الٰہی کے تعلق سے آپ علیہ السلام فرما تے ہیں۔

’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی حیثیت سے متاثر ہوکر رونا دوزخ کو حرام کردیتا ہے لیکن یہ گریہ وبکا نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہونہ صرف اطلاع بلکہ ایمان۔‘‘

(ملفوظات جلد-اول صفحہ نمبر371طبع2016ء)

نیز فرماتے ہیں۔

’’اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہوسکتی‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ۔46 طبع 2016ء)

نیزآپ علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’اَللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 185)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’پس ہمیشہ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز بھی ہے۔ کسی نیکی کو قبول کرتا ہے اور کسی کو نہیں۔ یہ اُس کی مرضی ہے کس کو چاہے قبول کرے۔ کس کو چاہے نہ کرے۔ اس لئے ہر وقت خوف رہنا چاہئے کہ جب ہم اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوں تو ہمارے سے بخشش کا سلوک ہو۔ کسی نیکی پر کسی کو فخر نہیں ہونا چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 3، اگست 2012ء)

پس اس رمضان میں اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے فضل کو جذب کرنے کے لئے خشیت الٰہی میں تغیر پیدا کروتاکہ رمضان میں آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو۔

دعامیں تغیر پیدا کروتاکہ رمضان میں آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو ؛۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ

(النمل :63)

(نیز بتاؤ تو) کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے۔جب وہ اس (خدا) سے دعا کرتا ہے اور (اس کی)تکلیف کو دور کردیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو (ایک دن)ساری زمین کا وارث بنادیگا۔کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟تم بالکل نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے بعد اُس روح کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہو گی جو ایک حقیقی عبدِ رحمان میں ہونی چاہئے۔اور خاص طور پر رمضان میں اُن معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہو گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنے آئے تھے ۔آپ ؐ فرماتے ہیں۔

’’ تم میں سے جس کے لئے باب الدعا کھولا گیا گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ محبوب اس کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے عافیت طلب کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان پر جو ابتلاء آچکے ہیں یا جن سے خطرہ درپیش ہو ان سے محفوظ رہنے کے لئے سب سے زیادہ مفیدبات دعا ہے۔ پس اے اللہ کے بندو تمہیں چاہئے کہ تم دعا میں لگے رہو۔

(سنن الترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب فی دعاء النبی ﷺ)

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف اور مصائب کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ خوشحالی کے اوقات میں کثرت سے دعائیں کرتا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات الفصل الثانی حدیث نمبر 2240)

جب خدا تعالیٰ کا وصل اور قرب میسر نہیں تو پھر دعاؤں کی قبولیت بھی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

’’جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی‘‘

(ملفوظات جلد3صفحہ 397)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

’’دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہوتا‘‘

(ملفوظات جلد4صفحہ21مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ’’اصل اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے‘‘

(ملفوظات جلدنمبر3صفحہ397مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک اور مقام پرفرماتے ہیں:

’’مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اُن کا خدا دعاؤں کو سننے والا ہے‘‘ (ملفوظات جلدنمبر2صفحہ148مطبوعہ ربوہ)

آپ ؑفرماتے ہیں۔

’’غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے’’۔ ایک مٹی کو بھی قیمتی چیز بنا دیتی ہے۔ ‘‘ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے۔ اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20صفحہ222-224)

اللہ کرے کہ اس رمضان میں ہم اس نکتے کو بھی سمجھتے ہوئے محسنِ حقیقی کو راضی کرنے والے بن جائیں۔ رمضان کے ساتھ دعاؤں کی قبولیت، احکامات کی پابندی، ایمان میں مضبوطی اور ہدایت کے حصول کو جوڑ کر اللہ تعالیٰ نے جو ہماری اس طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ میں تو اپنے بندوں کی بہتری اور اُن کو آفات، مصائب اور عذاب سے بچانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں لیکن بندوں کو بھی اپنا حقِ بندگی ادا کرنا ہو گا وہ اُن بندوں میں شامل ہوں جن کی دعائیں خدا تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اُن بندوں میں شامل ہوں جو اپنی حالتوں میں انقلاب پیدا کرتے ہیں۔ اُن بندوں میں شامل ہوں جو مخلوق کی ہمدردی کی وجہ سے اُسے برائیوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی بچانے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس یہ رمضان ہمیں انہیں باتوں کی ٹرینگ دینے اور ہمیں حقیقی عبد بننے کے معیار حاصل کرنے اور اپنے ایمانوں میں مضبوطی اور جِلا پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہوں گے اگر اس سے بھر پور فائدہ اٹھاویں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

غذا میں تغیر پیدا کروتاکہ رمضان میں آسمان سے تمہارے لئے برکات کا نزول ہو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (المومنون۔52)

ترجمہ۔(اور ہم نے کہا)اے رسول! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور مناسب حال عمل کرو (اور) میں اس کو جو تم کرتے ہو جانتا ہوں۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صاف فرمایا کہ پاک چیزیں اعمال کی اصلاح کے لئے توفیق عطاء فرماتے ہیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک مقام پر اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’اور یہ تو ظاہر ہے کہ خوراک کا اثر انسان کے خیالات پرپڑتا ہے۔۔۔اور غذا کا نیک اعمال کے ساتھ گہرا تعلق بتایا ہے چنانچہ فرمایا۔يَآاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ یعنی پاکیزہ خوراک اعمال صالحہ کی توفیق کا ایک ذریعہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ نمبر 94 سورہ یونس آیت 58)

نیز فرمایا۔

يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

(الاعراف:32)

ترجمہ۔اے آدم کے بیٹوں ہر مسجد کے قریب زینت(کے سامان) اختیار کرلیا کرو اور کھاو اور پیو اور اسراف نہ کرو کیونکہ وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے ضمن میں حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ۔

’’کھاؤ اور پیؤ لیکن حد سے تجاوزنہ کرو۔ ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کیونکہ خوراک کا بھی انسانی ذہن پر اثر پڑتا ہے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ خیالات میں سوچوں پر اثر پڑتا ہے اس لئے پاکیزہ، صاف اور حلال غذا کھاؤتاکہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو تمہیں تقویٰ سے دور لے جانے والا ہو۔ جن چیزوں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے کھانے سے رک جاؤ۔ جن چیزوں کے پینے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے پینے سے رک جاؤ۔ کیونکہ ان کا کھانا اور پینا اس حکم کے تحت ناجائز ہے۔ اگر کھاؤ پیؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرو گے۔۔۔۔ اور اس زمانے میں جبکہ انسان بہت زیادہ تن آسان ہو گیا ہے سستی اور آرام کی اتنی زیادہ عادت پڑ گئی ہے یہ خوراک ہی ہے جو کئی بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ یہاں یورپ میں بھی کہتے ہیں کہ جوبرگر وغیرہ زیادہ کھانے والے لوگ ہیں ان کوانتڑیوں کی بعض بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ پھر چاکلیٹ کھانے والے بچوں کو کہتے ہیں کہ زیادہ چاکلیٹ نہ کھاؤ دانت خراب ہو جاتے ہیں، کیڑا لگ جاتا ہے۔ اور جب انسان پہ بیماریاں آ جائیں تو پھر یکسوئی سے عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکم ہے کہ مومن کو بھوک چھوڑ کر اور اعتدال سے کھانا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 11۔نومبر 2005ء)

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔

(بخاری، کتاب الأطعمۃ، باب المؤمن یاکل فی معی واحد...)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کھانا کھانے اوربھوک برداشت کرنے کی تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ عملاً یہ کرکے دکھایا۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا تھا کہ پوچھتے ہیں گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ اگر جواب ’نہیں‘ میں ملتا تو کہتے اچھا ٹھیک ہے آج روزہ رکھ لیتے ہیں۔ اور یہ روزے بھی اکثر اوقات آٹھ پہرے ہوتے تھے۔ یعنی ایک رات کو کھایا ہے تو اگلے دن 24 گھنٹے بعد رات کو روزہ افطار کیا ہے۔اور یہی وہ طریق ہے جس سے ہم اس رمضان میں قرب الٰہی کو پاسکتے ہیں۔اس امر کو اور واضح کرنے کے لئے حضرت مصلح

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

جب روزہ دار خدا تعالیٰ کے لئے اپنے رزق کو چھوڑ تا ہے تو خدا تعالیٰ اس کا متکفل ہوجاتا ہے اور یہ اس کا فرض ہے۔۔۔ مگر فرض اسلئے کہتے ہیں کہ خود اس نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ اس کو رزق دیتا ہے جو کہ انسان اس کی خاطر چھوڑتا ہے کیونکہ جیسا کہ آتا ہے۔ ’’وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا‘‘(النساء:87) انسان جب خدا کے لئے جسمانی رزق ترک کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لئے روحانی رزق مہیا فرماتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ روحانیت میں ترقی کرنے اور خدا سے شرف مکالمہ پانے کے لئے روزے ضروری ہوتے ہیں اور آنحضرتؐ نے نزول وحی سے پہلے روزے رکھے(بخاری کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ)حضرت مسیح موعودؑ نے بھی چھ ماہ تک رکھے۔پس اس طرح روزے سے روحانیت اور تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 7 صفحہ۔282تا283)

پس رمضان المبارک انسان کی روحانیت کوتیزکرنےاورنیکیوں میں ترقی کرنے کے لئے نہایت سازگار ماحول فراہم کرنے والا مہینہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی صحت کے لئے بھی ایک نہایت موزوں مہینہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام روزہ کی فلاسفی اور حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

’’روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے ۔ انسانی فطرت میں ہے ۔ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں ۔‘‘ (ملفوظات جلد9 صفحہ 123)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ روزہ صحت کے لئے افادیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

’’آنحضرتؐ فرماتے ہیں صُومُوا تصحوا روزے رکھوتا کہ تمہاری صحت اچھی ہو اور صحت تبھی اچھی ہوسکتی ہے کہ اگر آپ روزوں سے یہ سبق سیکھیں کہ ہم جو بہت زیادہ کھایا کرتے ہیں بڑی سخت بے وقوفی تھی ۔ رمضان نے ہمیں یہ کھانے کا سلیقہ سمجھا دیا ہے درحقیقت اس سے بہت کم پر ہمارا گزارہ ہوسکتا ہے جو ہم پہلے کھایا کرتے تھے ۔ تو اپنی خوراک بچاؤ اور اس کے ساتھ اپنی صحت کی حفاظت کرو ۔ اب امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر ڈائٹنگ کا اور کوئی طریق نہیں جو روزوں نے ہمیں سکھایا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزے میں کھانا کم کرنا لازم ہے کیونکہ کھانا کم کئے بغیر جو اعلیٰ مقصد ہے روزے کا وہ پورا نہیں ہوسکتا ۔ یعنی صرف یہ ہیں کہ کچھ وقت بھوکے رہنا بلکہ دونوں کناروں پر بھی صبر سے کام لو اور نسبتاً اپنی غذا تھوڑی کرتے چلے جاؤ فرماتے ہیں اس کے بغیر انسان کی توجہ اللہ تعالی کی طرف نہیں ہوسکتی ۔ ذکر الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی ایک روحانی غذا ہے اور روزمرہ کا کھانا ایک جسمانی غذا ہے ۔ تو رمضان کی برکت ہی ہے یا روزوں کی برکت یہ ہے کہ وہ جسمانی غذا سے ہماری توجہ روحانی غذا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی میں ایک لطف آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ روحانی لطف ہے جو آپ کی روح کو تروتازہ کرتا ہے ۔ اس کی مضبوطی کا انتظام کرتا ہے اور جسم پر جوزائد چربیاں چڑھی ہیں ان کو پگھلاتا ہے ۔

(خطبہ جمعہ 17 جنوری 1997ء)

جب ہم ان طریقوں سے ماہ رمضان میں اپنی اصلاح کی کوشش کریں گے توروحانی اور جسمانی طور پر ایک تبدیلی پیدا ہوجائے گی لیکن انسان کمزور ہونے کی وجہ سے یہ پیدا کی گئی تبدیلیاں آہستہ اہستہ مٹتی چلی جاتی ہیں اور اس طرف توجہ کم ہوجاتی ہے اس کے حل کے بارے میں ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفتہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’کئی لوگ لکھتے ہیں کہ رمضان کے ماحول کی وجہ سے عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ ایک ماحول بناہوا تھا، اُس کے دھارے میں ہم بھی بہتے جا رہے تھے۔ رمضان ختم ہوا تو پھر وہیں واپسی ہوگئی جہاں سے شروع ہوئے تھے۔ نمازیں ہیں لیکن اُن میں وہ لذت اور ذوق نہیں۔ پس اس ماحول میں جب دعاؤں کی طرف توجہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے عبادت میں ذوق شوق، قوت اور ثباتِ قدمی کی جو دعا سکھائی ہے وہ دعا بھی کرنی چاہئے تا کہ عبودیت کا صحیح حق ادا ہو اور ہمیشہ ہوتا چلا جائے۔ اگرثباتِ قدمی نہیں تو عبودیت کا حق بھی ادا نہیں ہو سکتا۔پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’عبد بننے کی طرف توجہ اور ثباتِ قدمی کی طلب کے بعد پھر وہ کونسی اہم چیز ہے جو ایک مومن میں ہونی چاہئے‘‘

(خطبہ جمعہ 26۔اگست 2011ء)

پس اس مبارک مہینہ میں ہم لوگ گریہ وزاری،خشیت الٰہی،دعا اور اپنی غذا میں جو روحانی اور جسمانی تغیر پیدا کئے ہیں اسے ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ثبات قدمی کے ساتھ ہمیشہ دعا کرتے رہنے کی ضرورت ہے اور جو ایام باقی ہے ان کو اس طرح گزاریں جسطرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

’’جو دن باقی ہیں ان کا حق ادا کریں اور ان کو اس طرح اپنا لیں کہ آپ کو ان دنوں سے پیار ہونے لگے اور وہ دن آپ کو ایسا اپنا لیں کہ وہ اپنی برکتیں آپ کے ساتھ چھوڑ جائیں‘‘

(خطبہ جمعہ 2فروری 1996ء)

آمین

ماہِ رمضان

داخل تو اس ماہِ رمضان میں ہر ایک ہی ہو گا
خوش قسمت ہے جسےیہ رمضان سچا ملے گا
دعاؤں التجاؤں سنگ جو رمضان گزارے گا
اپنی بقا تو چھوڑ وہ سارا جہاں ہی بچا لے گا

فہمیدہ طاہر۔جرمنی

شفاؤں کے مالک شفا چاہئے

محبت کی اک انتہا چاہئے
جو مقبول ہو وہ دعا چاہئے

ہمارے لئے خواب جس نے بنے
اسی کے لئے رتجگا چاہئے

جو سینے میں کرب و بلا ڈال دے
دعاؤں کا وہ سلسلہ چاہیے

مری عمر تجھ کو لگے میری جاں
تو مجھ کو بھلا اور کیا چاہئے

لبوں پہ ہے عارف یہی التجا
شفاؤں کے مالک شفا چاہیے
شفا چاہئے بس شفا چاہئے

عبدالسلام عارف

سحر وافطار

22مئی2020ء	وقت سحر	وقت افطار
مکہ مکرمہ	05:40	18:55
مدینہ منورہ	04:09	19:01
قادیان	03:52	19:23
ربوہ	03:32	19:05
اسلام آباد ٹلفورڈ	01:33	20:57